عظمتِ والدین

تصنیف

مفتی محمد نظام الدین رضوی

ملنے کا پتہ

مکتبہ نبویہ • گنج بخش روڈ لاہور

تصنیف

مفتی محمد نظام الدین رضوی (انڈیا)

مکتبہ نبویہ — گنج بخش روڈ — لاہور

جملہ حقوق محفوظ ھیں

نام کتاب	عظمتِ والدین
مصنّف	مفتی محمد نظام الدین رضوی (انڈیا)
باہتمام / ناشر	مکتبہ نبویہ — گنج بخش روڈ — لاہور
تعداد	گیارہ سو
قیمت	48 روپے

مضامین کی ایک جھلک

تمہید

از

حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب قبلہ دام ظلہ العالی

پیش نظر کتاب کی اصلاح ہمارے دو اساتذۂ کرام نے فرمائی (۱) بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبد المنان صاحب قبلہ دامت فیوضہ المبارکہ شیخ الحدیث دارالعلوم اہلسنت شمس العلوم گھوسی ضلع مئو (۲) خیر الاذکیاء حضرت مولانا الحاج عبد اللہ خاں صاحب قبلہ دام ظلہ العالی شیخ الحدیث دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی ضلع بستی۔

حضرت بحر العلوم قبلہ نے احقر کی درخواست پر قلم برداشتہ درج ذیل مضمون بھی لکھ کر عنایت فرمایا جو نہ صرف یہ کہ برمحل، مفید اور جامع ہے بلکہ یہ دراصل کتاب کی روح بھی ہے جیسا کہ ناظرین کو اندازہ ہوگا۔

ہم دونوں محترم شخصیتوں کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جزاہم اللہ خیر الجزاء

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

امابعد! غور سے دیکھا جائے تو مذہب اسلام پورا کا پورا حقوق و فرائض کا مجموعہ ہے۔ چنانچہ علمائے اسلام نے احکام اسلامی کی تین بنیادی

قسمیں قرار دی ہیں۔ حقوق اللہ[1]، حقوق نفس[2]، حقوق العباد[3]۔

(۱) حقوق اللہ میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، بلکہ عبادات کا پورا حصہ شامل ہے۔

(۲) حقوق نفس میں خود اپنے جسم کی ظاہری نگہداشت اور حفاظت سے لیکر تہذیبِ نفس اور درستگئ اخلاق کا سارا نظام شمار ہوتا ہے۔ جس کا نہایت صاف اور واضح بیان مندرجہ ذیل حدیثوں میں ہے۔

حضرت عمرو بن العاص بیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ تم رات بھر نماز اور دن بھر روزے برابر رکھتے ہو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بات سچ ہے آپ نے ارشاد فرمایا، ایسا مت کرو، ایسا کرنے سے آنکھیں دھنس جائیں گی اور تمہارا نفس تھک جائے گا۔ اور تمہارے نفس کا بھی تمہارے اوپر حق ہے، تمہارے جسم کا بھی تمہارے اوپر حق ہے، اور تمہاری آنکھوں کا بھی تمہارے اوپر حق ہے، تمہاری بیوی کا بھی تمہارے اوپر حق ہے، اور مہمانوں کا بھی حق ہے۔ تو سوؤ بھی، اور نماز بھی پڑھو اور کھاؤ بھی، روزہ بھی رکھو۔ (بخاری شریف جلد اول ص ۲۶۵)

حضرت سلمان فارسی اور جناب ابودردار رضوان اللہ علیہم میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رشتۂ مواخاۃ (بھائی چارگی) قائم کیا تھا کسی موقع سے حضرت سلمان، ابودردار رضوان اللہ علیہم اجمعین، کی ملاقات کے لئے آئے، ابودردار کی زوجہ محترمہ کو حضرت سلمان نے گندے کپڑوں میں دیکھا، آپ نے وجہ پوچھی تو کہنے لگیں آپ کے بھائی ابودردار کو دنیا سے رغبت

ہی نہیں ہے۔ تو میں کس کے لئے بناؤ سنگار کروں۔

ابودردار نے حضرت سلمان کے لئے دسترخوان لگایا۔ اور خود نفل روزہ کی معذرت کی۔ حضرت سلمان بولے جب تک تم نہیں کھاؤ گے میں نہ کھاؤں گا۔ تو ان کی خاطر سے ابودردار نے بھی روزہ توڑ دیا۔ رات میں دو دفعہ نفل نماز پڑھنے کا حضرت ابودردار نے ارادہ کیا۔ حضرت سلمان نے منع کر دیا۔ آخری حصۂ شب میں خود بھی اٹھے۔ اور حضرت ابودردار کو بھی اٹھایا اور دونوں نے نوافل پڑھے۔ اور اس کے بعد فرمایا۔ آپ پر آپ کے رب کا بھی حق ہے۔ اور آپ کے نفس کا بھی حق ہے، اور آپ کے اہل کا بھی حق ہے۔ تو ہر حق والے کو اس کا حق ادا کریں۔ اور صبح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی اس معاملہ کا ذکر کیا۔ آپ نے حضرت سلمان سے فرمایا تم سچ کہتے ہو۔ (بخاری شریف جلد اول ص ۲۶۵)

ان حدیثوں میں حقوق کی تینوں قسموں اور ہر ایک کی مختلف مثالوں کا واضح بیان ہے۔

(۳) حقوق العباد میں سب سے پہلا حق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ جس کو قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اِذَا نَصَحُوا لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (القرآن الحکیم) جب اللہ اور اسکے رسول کی خیر خواہی کریں۔

امام خطابی فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نُصح، یہ ہے کہ انکی رسالت کی تصدیق کیجائے اور ان کے لائے ہوئے پورے دین پر ایمان لایا جائے۔ اوامر و نواہی میں آپ کی اطاعت کیجائے۔ حیات و ممات ہر حال میں انکی مدد کیجائے۔ ان کے اُسوۂ پاک کی

پیروی کی جائے۔ اوران کے آل واصحاب سے محبت کیجائے ،،
آپ کے بعد ،،نسبی اور خونی رشتہ ،، کا درجہ آتا ہے۔ جس میں ماں، باپ
بیٹے، بیٹیاں، بھائی، بہن اور دیگر اعزہ واقارب کے حقوق کا درجہ ہے۔
اسی طرح ،،سببی رشتہ ،،جس کو علاقۂ مصاہرت ودامادی سے تعبیر کیاجاتا
ہے، جس میں میاں بیوی کے باہمی حقوق اور طرفین کے رشتہ داروں کی
مراعات ومواسات شامل ہے۔

ان رشتوں کے علاوہ اور بے شمار علائق ہیں جن میں بعض کے حقوق
کی مراعات رشتہ داروں کے حقوق پر مقدم ہے۔ جیسے استاذ وشاگرد کا علاقہ،
پیرومرید کا رابطہ، اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

،،استاذ کے حقوق باپ پر مقدم ہیں کہ یہ وجود مادی کا سبب ہے،
اوراستاذ حیاتِ روح کا ذریعہ ہے،، (فتاویٰ رضویہ جلد دہم)

اس علاقہ کو ہم ،،تکمیل ذات ،، کا علاقہ کہہ سکتے ہیں۔

جس محلہ، جس شہر، جس ملک میں ہم رہ رہے ہیں۔ اس کے اور
اس میں رہنے والوں کے بھی ہم پر حقوق ہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔

،،جبرئیل امین نے مجھے پڑوسیوں کے بارے میں اتنی تاکید کی، کہ
مجھے خیال ہوا، پڑوسی کو وارث بنایا جانے والا ہے۔

حد یہ ہے کہ وہ غیر مسلم جو ہمارے ساتھ امن کی زندگی بسر کرنے
کا معاہدہ کرے اس کے لئے حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا گیا۔

،،اس کا خون ہمارے خون کی طرح ہے اوراس کا مال ہمارے مال

کی طرح ہے یعنی دونوں کی یکساں حفاظت کی جائے ،،

انسان مدنی الطبع ہے، ایک جگہ مل کر رہنے بسنے کا عادی ہے، اس سلسلہ
میں سیاستِ مدن اور تدبیر منزل کی سطح پر سیکڑوں علاقے پیدا ہوتے ہیں
جیسے حاکم ومحکوم اورراعی ورعایا کا رشتہ، بائع ومشتری کا سنبندھ، اجیرو
مستاجر کا معاملہ، احادیث اور فقہ کی کتابوں میں ان مضامین پر بھرپور روشنی
ڈالی گئی ہے۔ یہ سب حقوق العباد کی ہی مختلف شاخیں اور شعبے ہیں۔ ایک
حدیث مبارک میں ان سب کا اجمالی بیان مؤثر انداز میں فرمایا گیا ہے۔

،، تم میں سے ہر ایک راعی ونگہبان ہے۔ اور کل قیامت میں سب
سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ بادشاہ رعایا کا راعی ہے
اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آدمی اپنے اہل وعیال
کا راعی ہے اس سے ان کے بارے میں سوال ہوگا۔ عورت اپنے
شوہر کے گھربار کی راعی ہے، اس سے ان کی پرسش ہوگی۔ نوکر وخادم
اپنے آقا کے مال واسباب کا نگراں ہے، اس سے اس کا محاسبہ ہوگا۔
بیٹا باپ کے ساز وسامان کا محافظ ونگراں ہے اس سے اپنی نگرانی کا
حساب لیا جائے گا، القصہ سب، سب کا راعی ہے اورسب سے اپنی اپنی
کارکردگی کے بارے میں سوال ہوگا،،

(بخاری شریف جلد اول ص ۲۲۴)

زیر نظر رسالہ فرائض وحقوق کی اس وسیع ترلڑی کی ایک اہم اور درخشاں
کڑی ،، **حقوق والدین** ،، سے متعلق ہے، جس کو ہمارے

محبِ محترم حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین صاحب نائب مفتی
الجامعۃ الاشرفیہ نے ترتیب دیا ہے۔ جو ایک بالغ نظر عالم، ایک
مقبول ترین مدرس اور پُرمغز صاحبِ قلم ہیں۔
میری خواہش ہے کہ اس سلسلہ کے مزید عنوانوں پر بھی قلم اٹھا دیں،
اللہ تعالیٰ ان کے رشحاتِ قلم کو مقبولِ عوام و مفیدِ انام بنائے۔ محبوبِ خواص
اور منظورِ اہلِ اسلام کرے۔ آمین فقط۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ
وَجُنْدِہٖ وَحِزْبِہٖ۔

عصر حاضر میں اخلاق وعادات میں ایسا بگاڑ پیدا ہو چکا ہے کہ
پہلے کے زمانے میں اس کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا تھا، بہت سے ایسے
طور طریقے جو انسانی نقطۂ نگاہ سے اچھے اور مستحسن قرار دیئے جاتے تھے
ان میں بھی اب ایسی خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں کہ جن کے لئے اصلاح کی
سخت ضرورت ہے۔ انھیں خرابیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ماں باپ
کی نافرمانی اور ان کے ساتھ بدسلوکی عام ہوتی جا رہی ہے، تعلیم یافتہ لوگ
بھی چاہے وہ اسکولوں کے پڑھے لکھے ہوں، یا کالجوں اور یونیورسٹیوں کے
ایسے ماں باپ کے ساتھ جیسا حسن سلوک یا اچھا برتاؤ کرنا چاہئے نہیں
کرتے، بلکہ کتنے ایسے ہیں جنھیں ماں باپ کی نافرمانی اور حکم عدولی میں کسی
برائی کا احساس تک نہیں ہوتا۔ اکبر الہ آبادی نے ٹھیک ہی کہا ہے ؎

طفل میں بو آئے کیوں ماں باپ کے اطوار کی
دودھ تو ڈبے کا ہے، تعلیم دے سرکار کی

ایک زمانہ وہ تھا کہ باپ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے قربان گاہ
کی طرف لے کر چلا تو بیٹا خوشی خوشی ساتھ ہو گیا، بیٹے کو ذبح کرنے کیلئے

زمین پر لٹانا چاہا، بیٹا بلا تامل لیٹ گیا، یہاں تک کہ باپ نے اپنے عزیز بچے کی گردن پر چھری بھی چلا دی لیکن بیٹے نے اپنی زبان سے اُف تک نہ کہا ؎

یہ فیضانِ نظر تھا، یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی

اور آج کا عالم یہ ہے کہ باپ کی اطاعت شعاری میں قربان ہو جانا تو بڑی بات ہے عام طور پر ان کی نافرمانی میں جھجک نہیں محسوس کی جاتی، حتیٰ کہ ان کے حکم کو اپنے لئے خلافِ شان، بلکہ باعثِ ننگ و عار تصور کیا جاتا ہے اور اس سے بڑھ کر ظلم و تعدی یہ ہے کہ ماں باپ کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ ان کے ساتھ بدکلامی سے پیش آنا، اور اگر اتنے پر بھی غصہ ٹھنڈا نہ ہوا تو ان کی پٹائی کرنا آئے دن کی بات ہے۔ آج سے چودہ سو برس پہلے مخبرِ صادق حضور رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی ایک نشانی یہ بتائی تھی کہ

اَطَاعَ الرَّجُلُ امْرأَتَهٗ وَعَقَّ اُمَّهٗ — مرد اپنی عورت کا فرمانبردار ہوگا اور ماں (باپ) کا نافرمان
(مشکوٰۃ ۴۷۰ باب اشراط الساعۃ)

آپ کی پیشین گوئی کا ایک ایک حرف اور ہر ہر نقطہ نئی تہذیب کی اس لعنت پر منطبق ہوتا دکھائی دے رہا ہے، اس کی صداقت اور سچائی اس طرح سے نمایاں ہے کہ جیسے پیش گوئی کے وقت نگاہِ نبوت ان حالات کا مشاہدہ کر رہی تھی۔ روزمرہ کے واقعات شاہد ہیں کہ اس دورِ جدید کا انسان اِلَّا مَا شَاءَ اللہ ماں باپ کی نافرمانی اور دل آزاری کے ہر کام کرنا تو گوارا کر لیتا ہے لیکن بیوی کی نیازمندی میں ذرہ برابر بھی کوتاہی اسے

گوارا نہیں ہوتی، وہ اس کی نازبرداری میں اس کے اشارۂ ابرو پر رقص کرسکتا ہے لیکن ماں جیسی محبت و رأفت کی پیکر جمیل کے حکم کی بجاآوری ذلت کی بات تصور کرتا ہے اور یہ سب اس لئے ہے کہ زمانے اور ماحول کا مزاج کچھ اس طرح کا ہے کہ ؎

ماں باپ کی فوکٹ میں بنائے جو حجامت
اس شخص سے بڑھ کوئی دیں دار نہیں ہے
کرائے جو بیوی کی قدمبوسی سے عالم
بیکنٹھ میں جانے کا وہ حقدار نہیں ہے

حالانکہ اسلام کی تعلیمات کی رو سے اللہ و رسول کے بعد ماں باپ دنیا میں سب سے زیادہ اعزاز و تکریم، ادب و احترام اور حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کے حقدار ہیں۔

قرآن کی نگاہ میں ماں باپ کا مقام

قرآن حکیم نے تقریباً پندرہ مقامات پر مختلف حیثیتوں سے بڑے ہی حکیمانہ انداز میں ان کے ساتھ نیکی، حسن سلوک اور خوش معاملگی کا درس دیا ہے اور اس اہتمام کے ساتھ کہ بیشتر جگہوں پر یہ درس درس توحید کے ساتھ ہی آیا ہے، خدائے پاک کی اطاعت کے ساتھ ساتھ ان کی اطاعت کا فرمان صادر کیا ہے اور خدائے پاک کے شکر کے ساتھ ان کا شکر بجالانے کی تاکید کی ہے۔ سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ — اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے

لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۗ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۔ (اٰیۃ ۸۳)

بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو، اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو ۔

اس آیت مبارکہ میں خدا پرستی کے بعد ہی ماں باپ کے ساتھ بھلائی کی تعلیم دی گئی ہے اور اسی تعلیم کو سورۂ نسار میں ان الفاظ میں دہرایا گیا ۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (س النساء ۴ - آیۃ ۳۶)

اور اللہ کی بندگی کرو ۔ اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو ۔

کفار کو جن حرام کاموں سے روکا گیا ان میں ,, شرک باللہ ،، کے بعد ماں باپ کے ساتھ بدسلوکی کو ہی شمار کیا گیا کہ یہ دونوں واقع میں حرام کاموں کی اساس ہیں ۔ ارشاد باری ہے :

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ج (س الانعام ۶ - آیت ۱۵۱)

اے رسول آپ (کفار سے) فرما دیجئے کہ تم پر تمہارے رب نے جو کچھ حرام فرمایا ہے آؤ میں پڑھ کر سنا دوں ۔ یہ کہ اس کے ساتھ کوئی شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ ۔

سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا :

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا

اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے

اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ط

سوا کسی کو نہ پوجو، اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو ۔

سورۂ لقمان میں اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کی احسان شناسی و شکر گزاری کی تاکید ان الفاظ میں فرمائی ۔

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۗ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ (س لقمان ۳۱)

میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر بجالاؤ، آخر میرے ہی پاس آنا ہے ۔

ان آیات میں جس اہتمام کے ساتھ ادب و محبت ، خدمت و اطاعت اور احسان پذیری و شکر گزاری کا اولاد کو حکم دیا گیا ہے اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ رب العزت جل جلالہ کی بارگاہ میں دنیا کے انسانی رشتوں میں ماں باپ کا مقام کتنا اونچا اور کس قدر بلند ہے ۔

عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا بلاشبہ بڑے ثواب کا کام ہے ، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیکی کرنے کا اجر بھی بہت بڑا ہے ، پڑوسیوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی بھی بڑی تاکید آئی ہے دنیا کے ایک اور کمزور طبقہ مریضوں اور بیماروں کے ساتھ ہمدردی بھی بڑے اجر و ثواب کی باعث ہے ان کی غم خواری اور تیمار داری مروت و انسانیت کی بڑی دلیل ہے ، خود اپنی اولاد اور خاص کر لڑکیاں رحم و کرم کی بہت ہی زیادہ حقدار ہیں ، بلکہ نزول قرآن کے ابتدائی زمانے میں جب بیوہ عورتوں اور کمسن بچیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے، بے گناہ بچیوں کو جیتے جی مٹی کے اندر دبا دیا جاتا تھا اور پورے معاشرہ میں

درندگی و بربریت کا دور دورہ تھا اس زمانے میں خاص طور پر لڑکیوں کے ساتھ ہمدردی کی تعلیم سب سے زیادہ اہمیت کی حامل تھی مگر ان سب کے باوجود قرآن حکیم نے توحید اور خدا پرستی کی تعلیم کے بعد یہ نہیں فرمایا کہ لڑکیوں کے ساتھ حسن سلوک کرو، رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، یتیموں مسکینوں اور بیماروں کے ساتھ ہمدردی و غمخواری کے پیکر بن جاؤ، بیواؤں کے کام آؤ، بے سہاروں کے سہارا بنو، اور ظلم و جور کے بھنور میں ڈوبتی ہوئی عورت کی نجات کے سامان فراہم کرو ـــــ بلکہ یہ حکیمانہ فرمان صادر کیا وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے ؟

دیکھئے اسلام کی تعلیمات میں ہمیں دو طرح کے حقوق کا پتہ ملتا ہے۔ ایک تو حقوق اللہ، دوسرے حقوق العباد۔

خدا کو ایک ماننا، تنہا اسی کی عبادت کرنا، نماز پڑھنا، روزے رکھنا، حج کرنا، یہ سب حقوق اللہ سے ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک، اولاد کے ساتھ رحم و کرم، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ، یتیموں مسکینوں اور مریضوں کے ساتھ ہمدردی یہ سب حقوق العباد سے ہے ـــ حقوق اللہ میں سب سے بڑا حق توحید و خدا پرستی ہے کہ ایک خدائے پاک کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ اب غور فرمائیے کہ اس عظیم حق کی تعلیم کے بعد عام انسانوں کے حقوق کی تعلیم نہیں دی بلکہ بار بار والدین کے حقوق کی تعلیم دے کر اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا فرمان صادر کر کے یہ اعلان کر دیا کہ دیکھو عام انسانی گروہ میں سب سے زیادہ

اچھے برتاؤ کے حقدار صرف ماں اور باپ ہیں ان کے ساتھ نیکی اور بر و صلہ کا جو بلند درجہ خدائے ذوالجلال کی بارگاہ میں ہے وہ درجہ عام انسانی گروہ میں کسی کے ساتھ نیکی کا نہیں ہے۔ حقوق اللہ میں سب سے بڑا حق یہ ہے کہ ایک اسی کی عبادت کیجائے تو عام حقوق العباد میں سب سے بڑا حق یہ ہے کہ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے یہی تو وجہ ہے کہ پروردگار عالم نے ایک طرف بندوں کو "شرک" سے روکا تو ساتھ ہی دوسری جانب وَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا کا درس دے کر اُف تک کہنے سے منع فرما دیا ؎

خدا کے بعد بھیجو شکر تم ماں باپ کا لوگو
زباں سے اُف نہ کرنا لاکھ ہو ان سے گلہ لوگو (۱)

ماں باپ کے عظمتِ مقام کے اسرار و حکم

قرآن عزیز نے ماں باپ کے عظمت مقام کا جو درس دیا ہے وہ معاذ اللہ کچھ یونہی نہیں ہے بلکہ یہ بڑے اسرار و حکم پر مشتمل ہے

(۱) علمائے کرام نے استاذِ علمِ دین کا درجہ ماں باپ سے بھی زیادہ بتایا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ارشادِ رسالت کے مطابق استاذ، باپ ہی کے درجہ میں ہے اِنَّمَا اَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ اُعَلِّمُكُمْ (رواہ احمد وغیرہ)، پھر باپ صرف بدن کی زندگی کا سبب ہوتا ہے اور معلّم روح کی زندگی کا، نیز یہ شاگرد کے حق میں حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے اسلئے اس کا درجہ اور زیادہ بلند ہو جاتا ہے تو بہر حال عام انسانی رشتوں میں اب بھی باپ ہی کا درجہ سب سے زیادہ رہا، یہ الگ بات ہے کہ باپ جسمانی ہو یا روحانی ـ تفصیل فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف اول ص ۲۰ نیز ص ۸۰ وغیرہ میں ہے ۱۲ منہ غفرلہٗ

جن کی بنا پر ان پیکران رحمت کو یہ بلند درجہ عطا ہوا ہے۔

(۱) نظامِ قدرت ہے کہ جو چیز بھی اس عالمِ رنگ وبو میں عدم سے وجود میں آتی ہے اس کے لئے دو علتیں ضروری ہیں۔ ایک تو علتِ فاعلی، دوسرے علتِ مادی، بنانے والا علتِ فاعلی کہلاتا ہے اور جس چیز سے کوئی شئی بنتی ہے وہ علتِ مادی کہلاتی ہے مثلاً مٹی کا لوٹا لے لیجئے یہ بنا ہے مٹی سے، اور اس کو بنایا ہے کمہار نے۔ تو بنانے والا کمہار لوٹے کا علتِ فاعلی ہوا، اور مٹی اس کے لئے علتِ مادی ہوئی۔ انسان بھی نظام قدرت کے مطابق اپنے وجود میں دونوں طرح کی علتوں کا محتاج ہے۔ غور فرمائیے کہ انسان بنا کس چیز سے؟ ماں باپ کے مادۂ منویہ سے۔ اور اس کو بنایا کس نے؟ اللہ عزوجل نے تو جس طرح سنتِ الٰہیہ نے دیگر اشیائے کائنات کے وجود میں اسبابِ ظاہری کا حجاب ڈال رکھا ہے لیکن اس کے پس پردہ قدرتِ الٰہی کی گلکاریاں یا اس کی جلوہ فرمائیاں ہوتی ہیں اور ذاتِ باری سب کے لئے علتِ حقیقی ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان کے وجود کے لئے خدائے بے نیاز علتِ حقیقی ہے اور والدین کا وجود اس کے لئے سبب ظاہری ہے۔ اس سبب ظاہری کے بغیر سوائے استثنائی صورتوں کے انسان کا وجود نہیں ہوسکتا اس لئے والدین کی شخصیت اور ان کا وجود یہ سب کچھ بچوں کیلئے مادی سبب ہیں۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ انسان اپنے وجود میں جن کا سب سے زیادہ محتاج اور احسان مند ہے وہ خالقِ کائنات کی ذات والاصفات کے بعد ماں اور باپ کی ہستیاں ہیں اس لئے یہ بات عقل و دانش کے مطابق بالکل

درست ہے کہ ماں باپ کا حق تمام انسانی گروہ میں سب سے بڑھ کر ہو۔ اللہ عزوجل خالقِ حقیقی ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے اور ماں باپ انسانی وجود کا ظاہری سبب ہیں تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے اور ان کو سب پر اولیت دیجائے۔

(۲) حقوق اللہ اتنے بے شمار ہیں کہ کوئی ہزار عبادت کرے، شب و روز ذکر الٰہی میں مشغول رہے مگر وہ حقوق اللہ کو کامل طور سے ادا نہیں کرسکتا، خدائے کریم کے انعامات و احسانات کی شکر گزاری سے کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتا۔

ارشاد ربانی ہے:

إِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوهَا — اگر تم خدا کی نعمتیں گننے لگو تو شمار نہیں کرسکتے۔

(س ابراھیم ۱۴ آیت ۳۴)

تو ظاہر ہے ان بے شمار نعمتوں کا شکر بجالانا کیونکر ممکن ہوگا؟

اور جیسے حقوق اللہ کے شکر سے کوئی بری الذمہ نہیں ہوسکتا یونہی ماں باپ کے حقوق بھی کما حقہ، ادا نہیں کئے جاسکتے۔ کوئی ہزار ماں باپ کی عزت و خدمت کرے، رات دن ان کی رضا جوئی و دل دہی میں لگا رہے یہاں تک کہ اپنے آپ کو ان کی اطاعت کے لئے وقف کردے مگر وہ ان کے احسانات کی شکر گزاری سے سبکدوش نہیں ہوسکتا۔

ظاہر ہے کہ ماں باپ انسان کی حیات اور اس کے وجود کے سبب ہیں تو وہ دنیا و آخرت کی جو کچھ نعمتیں پائے گا گویا ب انھیں کے طفیل میں پائے گا ہر نعمت اور ہر فضل و کمال وجود پر موقوف ہے اور وجود کا سبب

ماں باپ ہیں تو دینی یا دنیوی کون سی ایسی نعمت ہے، یا کون سا ایسا فضل وکمال ہے جو ان بزرگوں کا صدقہ اور مرہون منت نہ ہو؟ اس حیثیت سے دیکھا جائے تو ان عظیم ہستیوں کا صرف ماں باپ ہونا ہی ایسا عظیم احسان اور اتنا بڑا حق ہے کہ ہماری بڑی سے بڑی خدمت بھی اس کا بدلہ نہیں چکا سکتی تو پھر ان کے دوسرے حقوق اور احسانات کا شکر کیسے ادا ہو سکتا ہے۔ آئیے ہم پیارے رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ نیز واقعات کی روشنی میں اس حقیقت کو واضح کریں۔

(۱) حدیث کا ایک دلگداز واقعہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک صاحب اپنا مقدمہ لے کر رسول انور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عدالت میں حاضر ہوئے اور یہ استغاثہ پیش کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں صاحبِ مال بھی ہوں اور صاحب اہل و عیال بھی۔ میرے باپ میرا سب مال لے لینا چاہتے ہیں (تو ہم اور ہمارے بال بچے کیا کھائیں گے، ہمارا گزر کیسے ہوگا؟) سرکار نے فرمایا:

اُدْعُهُ لِيَهْ

اپنے باپ کو میری بارگاہ میں لاؤ۔

جب وہ حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے فرمایا تمہارا یہ بیٹا کہتا ہے کہ تم اس کا مال لے لینا چاہتے ہو (یہ کیا معاملہ ہے؟)

فَقَالَ: سَلْهُ. هَلْ هُوَ اِلَّا عَمَّاتُهُ: اَوْقَرَابَاتُهُ اَوْمَا اُنْفِقُهُ عَلٰى نَفْسِيْ

انھوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اس سے پوچھیے کہ میں وہ مال لے کر کیا کرتا ہوں۔ اسی کی پھوپھیوں، یا دوسرے قرابتداروں پر

وَعِيَالِيْ؟

خرچ کرتا ہوں، یا اس سے اپنا اور اپنے بچوں کا خرچ چلاتا ہوں؟

اتنے میں طائر سدرہ حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! یہ بڑے میاں اپنے دل میں کچھ اشعار بھی مرتب کر کے لائے ہیں جن کو ابھی ان کے کانوں نے بھی نہیں سنا ہے یہ وحی پا کر سیدِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم نے اپنے دل میں جو اشعار کہے ہیں وہ مجھے سناؤ۔

فَقَالَ: لَايَزَالُ يَزِيْدُنَا اللّٰهُ تَعَالٰى بِكَ بَصِيْرَةً وَّ يَقِيْنًا۔

بڑے میاں عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ ہمیشہ آپ کے معجزات سے اللہ تعالیٰ ہمارے دل کا نور یقین بڑھاتا رہتا ہے۔

پھر یہ اشعار سنائے ؎

غَذَوْتُكَ مَوْلُوْدًا وَّمُنْتُكَ يَافِعًا ۔۔۔ تُعَلُّ بِمَا اَجْنِيْ عَلَيْكَ وَتُنْهَلُ

اِذَا لَيْلَةٌ ضَافَتْكَ بِالسُّقْمِ لَمْ اَبِتْ ۔۔۔ لِسُقْمِكَ اِلَّا سَاهِرًا اَتَمَلْمَلُ

تَخَافُ الرَّدٰى نَفْسِيْ عَلَيْكَ وَاِنَّهَا ۔۔۔ لَتَعْلَمُ اَنَّ الْمَوْتَ حَتْمٌ مُّوَكَّلُ

كَاَنِّيْ اَنَا الْمَطْرُوْقُ دُوْنَكَ بِالَّذِيْ ۔۔۔ طُرِقْتَ بِهٖ دُوْنِيْ فَعَيْنِيْ تَهْمُلُ

فَلَمَّا بَلَغْتَ السِّنَّ وَالْغَايَةَ الَّتِيْ ۔۔۔ اِلَيْهَا مَدٰى مَا فِيْكَ[1] كُنْتُ اُؤَمِّلُ

جَعَلْتَ جَزَائِيْ غِلْظَةً وَّفَظَاظَةً ۔۔۔ كَاَنَّكَ اَنْتَ الْمُنْعِمُ الْمُتَفَضِّلُ

---

[1] فی نسخۃ مرامًا فیك الخ ۱۲ن

فَلَيْتَكَ إِذْ لَمْ تَرْعَ حَقَّ أُبُوَّتِي   فَعَلْتَ كَمَا الْجَارُ الْمُجَاوِرُ يَفْعَلُ
وَأَوْلَيْتَنِي حَقَّ الْجِوَارِ وَلَمْ تَكُنْ   عَلَيَّ بِمَالِي دُوْنَ مَالِكَ تَبْخَلُ

جب سے تو پیدا ہوا میں نے تیرے لئے غذا فراہم کی اور تیرے باشعور ہونے تک تیرے نان نفقہ کا بار اٹھایا۔ تو برابر میری کمائی سے مستفید ہوتا رہا اور پروان چڑھتا رہا۔ جب کوئی رات بیماری کا غم لے کر تجھ پر آتی تو میں تیری ناسازی و بیماری کے باعث رات بھر جاگ کر بڑی بے چینی و بے قراری سے صبح کرتا، میرا جی تیری موت کے اندیشے سے ڈرتا رہتا حالانکہ اسے خوب معلوم تھا کہ موت یقینی ہے اور سب پر مسلط کی گئی ہے ؎

موت کا ایک دن مقرر ہے   نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

میری آنکھیں اس طرح زار و قطار رو رو کر بہاتیں کہ جیسے وہ بیماری جو رات میں تجھے ہوئی تھی، تجھے نہیں بلکہ مجھے ہوئی تھی، میں نے تجھے اتنی شفقت اور پیار کے ساتھ دکھ اٹھا اٹھا کر پالا، پوسا اور جب تو پروان چڑھا اور عمر کی اس منزل کو پہونچا جس میں مجھے امید لگی ہوئی تھی کہ اس عمر کا ہو کر تو میرے کام آئے گا۔ تو اس کے بدلے میں تو میرے ساتھ سختی اور بدخلقی سے پیش آیا، گویا میرے اوپر تیرا ہی فضل و احسان ہے اے کاش جب تو نے حق پدری کا لحاظ نہ کیا تو کم از کم وہی سلوک کرتا جو ہمسایہ کرتا ہے۔ تو نے مجھے پڑوسی کا حق تو دیا ہوتا اور مجھ پر اس مال کو خرچ کرنے میں بخیلی نہ کرتا جو اصل میں تیرا نہیں میرا ہی ہے۔

بوڑھے کے یہ درد بھرے اشعار سن کر رحمتِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رو پڑے اور بیٹے کا گریبان پکڑ کر ارشاد فرمایا:

فَاذْهَبْ، أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيْكَ۔ (۱)   جا۔ تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے۔

جب انسان کا گوشت پوست، جان اور مال و متاع سب کچھ اسکے ماں باپ کا ہے تو اس جان و مال سے وہ ماں باپ کی جو بھی خدمت کرے گا وہ حقیقت میں انھیں کی چیز سے انھیں کی خدمت ہوگی اس نے اپنی طرف سے کیا کیا جسے ان محسنوں کے احسانات کا بدلہ قرار دیا جائے؟ تو معلم حکمت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان سے یہ امر بخوبی عیاں ہو جاتا ہے کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا ؎

آنکہ تنت پارۂ از جانِ اوست   قطرۂ از چشمۂ حیوانِ اوست
خدمت او کن کہ بجائے رسی   برگ و ہش تا بنوائے رسی

(۲) ماں کی جانکاہی

حضرت بُریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! ایک ایسا سنگلاخ راستہ جو گرمی کی سختی سے شعلے کی طرح جل رہا تھا، پتھروں سے آگ نکل رہی تھی،

(۱) نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ ص ۳۳۷ ج ۳ طبع مجلس علمی پاکستان بحوالہ ابن ماجہ ۱۶۷ ج ۱ ایضاً نصب الرایہ ص ۳۳۸ ج ۳ باب الوطاء الذی یوجب الحد، بحوالہ معجم صغیر طبرانی۔ و دلائل النبوۃ۔ بیہقی۔ ایضاً فتح القدیر ص ۳۰۷ ج ۵ بحوالجات مذکورہ۔ ایضاً فتاویٰ رضویہ ص ۴۵۹ ج ۲۹، حوالجات مذکورہ

اگران پرگوشت ڈالا جاتا تو وہ بھی کباب ہوجاتا ، میں ایسے اذیتناک راستے پر مسلسل چھ میل تک کمزور ماں کو اپنی گردن پر سوار کرکے لے گیا ہوں تو کیا میں اپنی والدہ کے حق سے سبکدوش ہوگیا ؟

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

لَعَلَّهُ اَنْ يَكُوْنَ بِطَلْقَةٍ وَاحِدَةٍ۔ (۱)

تیری پیدائش کے وقت تیری ماں نے دردوں اور تکلیفوں کے جسقدر جھٹکے اٹھائے ہیں شاید یہ خدمت ان میں سے ایک جھٹکے کا بدلہ ہوسکے۔

(۳) ماں سوار بیٹا سواری

حضرت ابوبُردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے والد ماجد یہ واقعہ بیان کرتے تھے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ایک یمنی شخص کے پاس پہونچے جو اپنی ماں کو اپنی پیٹھ پر سوار کئے ہوئے تھا وہ حضرت ابن عمر سے عرض کرنے لگا کہ میں اپنی ماں کا فرمانبردار اونٹ ہوں ، میں نے شفقت و رحمت سے اس کے لئے اپنے بازو جھکا دیئے ہیں اور اس نے بچپنے میں مجھے جتنا ڈھویا ہے اس سے زیادہ میں ڈھو چکا ہوں۔ تو کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا ؟

حضرت ابن عمر نے فرمایا :

لَا۔ وَلَا بِزَفْرَةٍ (۲)

نہیں۔ بلکہ تیری پیدائش کے وقت تکلیف

(۱) فتاویٰ رضویہ ص ۱۹۵ ج ۱۰ نصف اول۔ بحوالہ اوسط طبرانی

(۲) الدعوۃ الاصلاحیہ ص ۱۸۱ ۔ للشیخ محمد بن علوی المالکی دام ظلہ

- - - - - - - - - - - - - کی شدت کے باعث اس نے بار بار جو درد بھری سانس لی ہے ان میں سے ایک سانس کا بھی حق تو نے ادا نہیں کیا۔

اس واقعہ میں یمنی شخص نے ماں کو ڈھونے میں وہ صبر آزما اور جانکاہ مشقت نہیں اٹھائی ہے جس کا حضرت بُریدہ والی روایت میں تذکرہ ہے ، اس لئے وہاں مصطفیٰ جانِ رحمت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ شاید درد کے ایک جھٹکے کا بدلہ ہوسکے ، اور یہاں حضرت ابن عمر نے سرے سے اسکی بھی نفی فرما دی۔ اور نیچے والے واقعہ میں اس نفی کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے۔

(۴) بوڑھی ماں کی راحت رسانی

ایک شخص نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ میری ماں بہت بوڑھی ہو چکی ہیں میں اپنی پیٹھ پر سوار کرکے انھیں ضروریات کیلئے باہر لایا ، لے جایا کرتا ہوں ، تو کیا میں نے ان کا حق ادا کر دیا ؟ حضرت عمر نے فرمایا نہیں۔ اس لئے کہ وہ تیرے ساتھ یہی سب کچھ اس جذبے کے ساتھ کیا کرتی تھی کہ وہ تیرے زندہ رہنے کی آرزومند تھی اور تو یہ سب کچھ ضرور کرتا ہے مگر اس سے جدائی کا آرزومند ہے۔ (۱)

(۵) دلپذیر حکایت

ایک شخص نے اپنی ماں کو کندھے پر سوار کرکے سات حج کرائے ، ساتویں حج پر خیال آیا کہ

(۱) اصلاح المجتمع ص ۲۲۰۔

شاید میں نے ماں کا حق ادا کر دیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے سردی سخت تھی، تو بچہ تھا، ماں کے پاس سو رہا تھا تو نے پاخانہ کر دیا، تیری ماں نے اٹھ کر بستر دھویا، غریبی کی وجہ سے دوسرا بستر نہ تھا اسی گیلے بستر پر کڑاکے کی سردی میں لیٹ گئی اور تجھ کو رات بھر اپنے سینے پر لٹائے رکھا۔ تو کہتا ہے حق ادا ہو گیا۔ اے نادان! ابھی تو اس ایک رات کا بھی حق ادا نہ کر سکا۔ (۱)

(۲) سعادتمند بیٹا

ایک شخص نے سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی، اے اللہ کے رسول میں تو اپنی والدہ کے نان، نفقہ کا انتظام کرتا ہوں اور وہ مجھے اپنی زبان سے تکلیف دیتی رہتی ہیں۔ تو میں کیا کروں؟ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

اَدِّ حَقَّهَا، نَوَاللهِ لَوْقَطَعَتْ لَحْمَكَ مَا اَدَّيْتَ رُبْعَ حَقِّهَا اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ؟ (۲)

تم اپنی ماں کا حق ادا کرتے رہو، خدا کی قسم اگر وہ تیرا گوشت بھی کاٹ لے (اور تم ہنسی خوشی اسے برداشت کر لو) تو تم نے اس کا چوتھائی بھی حق ادا نہ کیا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے؟

وہ صاحب یہ سن کر بول اٹھے وَاللهِ لَا اَقُوْلُ لَهَا شَيْئًا خدا کی قسم اب تو میں

(۱) سچی حکایات حصہ چہارم ص ۲۰۹، بحوالہ تعلیم الاخلاق ص ۲۶ (۲) درۃ الناصحین ص ۲۲۹

اپنی ماں کو کچھ بھی نہ کہوں گا، پھر وہ اپنی ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قدم چوم کر عرض کیا کہ اے امی جان! اللہ کے حبیب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اسی کا حکم دیا ہے۔

ارشاداتِ نبوی اور واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ واقعی ماں باپ کا حق اتنا عظیم ہے کہ انسان ان کے لئے ہمیشہ فرش راہ بنا رہے تو بھی ان کا حق ادا نہ ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے حبیب سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کثیر موقعوں پر بڑے مجمعوں میں، چھوٹی محفلوں میں، خلوتوں اور جلوتوں میں طرح طرح سے ماں باپ کی عزت، خدمت اور اطاعت کی رغبت دلائی ہے بلکہ بڑے بلیغ پیرائے میں اس کا حکم دیا ہے۔ اور اس کے خلاف ان کے ساتھ بدسلوکی، ان کی نافرمانی و ایذا رسانی سے باز رہنے کے لئے سخت فرامین صادر کئے ہیں اور مختلف طریقوں سے ڈرایا ہے۔ یونہی قرآنِ عزیز میں بھی ان دونوں باتوں پر بڑا زور دیا گیا ہے ہم ذیل میں دونوں طرح کی آیتوں اور حدیثوں کا نمونہ ترتیب وار پیش کرتے ہیں۔

ماں باپ کی عزت وخدمت کے تاکیدی احکام

(آیات)

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَاِنْ جَاهَدَاكَ

ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی (احسان اور نیک سلوک) کا تاکیدی حکم دیا

لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ط
(پ ۲۰ س عنکبوت ۲۹ - آیۃ ۸)

اور اگر وہ تجھ سے یہ کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ اسے شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا۔

سورۂ لقمان میں اسی بات کے ساتھ یہ بھی حکم دیا گیا۔

وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا
(پ ۲۱ - س لقمان ۳۱ - آیۃ ۱۵)

اور دنیا میں (حسن اخلاق، حسن سلوک اور احسان وتحمل کے ساتھ) اچھی طرح ماں باپ کا ساتھ دو۔

ان آیات کا نزول مشرک ماں باپ کے حق میں ہوا ہے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اسلام لائے تو آپ کی مشرکہ ماں حمنہ بنت ابی سفیان نے اس کے خلاف احتجاج میں بھوک ہڑتال کردی اور اسی طور پر اس نے جان تک دیدینے کی دھمکی دی تاکہ حضرت سعد اسلام چھوڑ کر پھر شرک پرستی کے لئے مجبور ہوجائیں (۱) تو قرآن مقدس نے اپنے خطاب عام کے ذریعہ انھیں اور قیامت تک کی ساری امت مسلمہ کو یہ درس دیا کہ ماں باپ کافر ومشرک ہوں تو بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو، حسن اخلاق سے پیش آؤ، اور دنیا کے تمام امور میں ان کے ساتھ خوش معاملگی کا برتاؤ کرو ہاں ایک بات کا لحاظ یہ ہمیشہ رکھو کہ ان کے ساتھ رواداری میں کہیں خالق اکبر کی نافرمانی نہ ہوجائے۔

(۱) ماخوذ از تفسیر خزائن العرفان برحاشیہ کنز الایمان۔ زیر آیہ کریمہ سورۂ عنکبوت۔

اللہ اکبر! جب کافر ومشرک ماں باپ کے احسانات کی شکر گزاری کا یہ درجہ ہے تو مسلمان ماں باپ کے احسانات کا کیا درجہ ہوگا؟

سورۂ بنی اسرائیل میں والدین کی اطاعت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی یہ تعلیم ذرا تفصیل کے ساتھ ایسے مؤثر انداز میں دی گئی ہے کہ پتھر کا کلیجہ بھی موم ہوجائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾

اگر تیرے سامنے ماں باپ میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہونچ جائیں تو ان سے ہوں بھی نہ کہو، اور نہ انھیں جھڑکو، اور ان سے ادب واحترام سے بولو، اور ان کیلئے عاجزی واطاعت کا بازو محبت ونرم دلی سے بچھا دو اور دعا کرو کہ اے میرے پروردگار تو ان دونوں پر رحم فرما جیسا انھوں نے بچپنے میں مجھے (شفقت ورحمت سے) پالا۔

ان آیات میں پورے ادب واحترام کے ساتھ ماں باپ کی فرمانبرداری کیلئے فرش راہ بنے رہنے کی تاکید فرمائی گئی ہے اور ان کی کسی بھی بات پر "اُف" تک کہنے سے منع فرمادیا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ بیٹے کے اس لفظ سے ان کے دل پر کچھ ٹھیس پہونچ جائے۔ تکلیف دہ باتوں میں اس سے زیادہ کم تکلیف والی کوئی بات نہیں ہے اگر کوئی بات اس سے بھی کم تکلیف والی

ہوتی تو خدائے پاک اس سے بھی منع فرما دیتا ؎

خدا کے بعد بھیجو شکر تم ماں باپ کا لوگو — زباں سے اُف نہ کرنا لاکھ ہو ان سے گلہ لوگو
جھڑک کر تم نہ باتیں ان بزرگوں سے کبھی کرنا — ہمیشہ باادب رہنا نہ ان کو تم دُکھی کرنا
جھکا دو اپنا بازوئے اطاعت سامنے انکے — سراپا ہو محبت ہی محبت سامنے انکے
دعا مانگو کہ ان پر رحم فرما تو خداوندا — انھوں نے جس طرح بچپن میں مجھ پر رحم فرمایا۔

(احادیث)

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا، پروردگار عالم کے نزدیک کون سا کام زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے؟

قَالَ: اَلصَّلٰوۃُ عَلٰی وَقْتِھَا ارشاد فرمایا نماز کو اسکے وقت میں ادا کرنا۔

میں نے عرض کی پھر کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟

قَالَ: ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ۔ فرمایا ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک۔

میں نے دریافت کیا اس کے بعد کس عمل کو یہ فضیلت حاصل ہے؟

قَالَ: ثُمَّ الْجِھَادُ فِی سَبِیْلِ اللہِ (۱) فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا۔

اس حدیث پاک میں دین کے تین ایسے اہم ترین امور کی بجا آوری کی ترغیب دی گئی ہے جو اپنی اپنی نوعیت کی طاعتوں کی بنیاد و اساس

(۱) بخاری شریف ص ۷۶، ج ۱ باب فضل الصلوٰۃ لوقتہا۔ ایضاً ص ۳۹۱ ج ۱ باب فضل الجہاد۔
مسلم شریف ص ۶۲، ج ۱ باب بیان کون الایمان باللہ تعالےٰ افضل الاعمال۔

ہیں۔ جو ان کا لحاظ نہ کرے گا وہ ان کے سوا دوسری طاعتوں کے لحاظ میں بدرجۂ اولیٰ تہاوُن اور سُستی برتے گا۔

اس کی مختصر تشریح یہ ہے کہ نماز ایمان کے بعد ساری عبادتوں میں سب سے افضل و بزرگ عبادت ہے، اس کا مقام تمام عبادتوں میں سب سے زیادہ اونچا ہے تو جو شخص نماز کو ہی ضائع کر دے گا وہ دوسری عبادتوں کو ضرور ضائع کریگا۔
انسانی رشتوں میں ماں باپ کا حق سب سے عظیم ہے جو ان کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرے گا وہ دوسرے رشتوں کا کیا احترام کرے گا، کفار دینِ اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں جو ان کے ساتھ جہاد کرنے سے باز رہے گا وہ دین کے چھوٹے دشمنوں مثلاً فُسّاق و فُجّار سے کیونکر جہاد (بائیکاٹ) کرے گا۔ اسلئے سرورِ کائنات صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے جواب میں ایسے امور کی تعلیم فرمائی کہ ان کی حفاظت کرنے والا دوسرے امور سے بھی غافل نہ رہے۔ (۱)

آپ کے جواب کے یہ سادہ جملے گو بہت ہی مختصر ہیں مگر اتنے جامع، بامعنی اور حکمت سے لبریز ہیں کہ عقل اسے سوچ کر دنگ رہ جاتی ہے، بلاشبہ ایسا کلام خاصہ ہے صاحبِ "جامعِ کلم"، "معلّم حکمت"، حضور انور ہادیٔ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جن کی شان یہ ہے ؎

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

(۱) فتح الباری عن الطبری ص ۴ جلد ۶ دار الفکر۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے حبیب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے ماں باپ کا اطاعت شعار و خدمت گزار کوئی بھی فرزند جب ان کی طرف رحمت و محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر نگاہ کے بدلے میں "حج مبرور" (مقبول) کا ثواب لکھتا ہے۔

(یہ بشارت بظاہر بہت ہی حیرت انگیز و تعجب خیز ہے اسلئے) صحابہ کرام نے پوچھا کہ:

وَاِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ ؟ قَالَ نَعَمْ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَطْيَبُ ۔ (۱)	یارسول اللہ! اگرچہ وہ ہر روز ۱۰۰ سو بار دیکھے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اگرچہ روزانہ ۱۰۰ سو بار دیکھے۔ اللہ تعالیٰ بڑا پاک اور بہت بڑا ہے۔

اس حدیث پاک میں ماں باپ کو وہ "کعبۂ توجہ" بتایا گیا ہے جس کی زیارت حج کا اصل مقصود ہے، یہی زیارت "خلوص اطاعت" کے ساتھ جب حج مبرور کا ہم پلہ ہو جاتی ہے تو اطاعت کیش کو ہر ہر نگاہ کے بدلے ثوابوں کے بے بہا خزانے سے نوازا جاتا ہے۔ خیر قلیل پر اجر جزیل دینا خدائے قدیر کی شان کبریائی و قدوسی کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے اس لئے وہ قادر مطلق اگر ولد بار کو "حج مبرور" کا ثواب صرف نگاہ رحمت کے عوض میں عطا فرما دے تو اس میں تعجب یا حیرت کی کوئی بات نہیں ہے۔ ؎

کریم کا کرم بے حساب کیا کہنا

(۳) حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۱ باب البر والصلہ بحوالہ شعب الایمان بیہقی۔

نے ان سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ میری ماں مجھے بیوی کو طلاق دینے کا حکم دے رہی ہیں تو میں اسے طلاق دوں یا نہیں؟ حضرت ابو درداء نے کہا میں نے رسول پاک صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ فرماتے سنا ہے۔

اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَاِنْ شِئْتَ فَحَافِظْ عَلَى الْبَابِ، اَوْضَيِّعْ ۔ (۱)	باپ جنت کے سب دروازوں میں بیچ کا دروازہ ہے اب تم چاہو تو اس دروازے کی حفاظت کرو، یا اسے گنوا دو۔

"دروازے" سے مراد جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ ہے اور "اوسط یا بیچ" سے مراد عمدہ و بہتر ہے کہ بیچ کی چیز عمدہ ہی ہوا کرتی ہے تو ارشاد نبوت کا مطلب یہ ہوا کہ جو نیک کام جنت میں لیجانے کا ذریعہ ہیں ان میں عمدہ و بہتر ذریعہ ماں باپ کی خوشنودگی اور رضا جوئی ہے تو اے مخاطب تجھے اختیار ہے کہ بیوی کو طلاق دے کر ماں کو خوش کر لو اور باغ جنت کے حقدار ہو جاؤ، یا بیوی کیلئے ماں کو ناراض کر کے جنت کو اپنے ہاتھوں سے گنوا دو اور نامراد ہو جاؤ۔ (۲)

(۴) مشہور صحابئ رسول حضرت ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ بیٹے پر ماں باپ کا کیا حق ہے؟ تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۹/۴۲۰ باب البر والصلۃ بحوالہ ترمذی و ابن ماجہ

(۲) ماخوذ از اشعۃ اللمعات ص ۱۰۵ ج ۴ باب مذکور۔

هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ (۱) یہ دونوں تیری جنت بھی ہیں اور دوزخ بھی

ع جنت بھی تیری ہے یہیں، دوزخ بھی یہیں ہے

اَللّٰہُ اَکْبَرْ ! کتنا بلیغ جواب ہے کہ دو لفظوں میں ماں باپ کے سارے حقوق کی طرف رہنمائی بھی فرمادی، اس کی جزا وسزا سے بھی آگاہ فرمادیا اور ساتھ ہی ان کی عزت وخدمت کے لئے ایسی رغبت دلائی کہ جس کے لئے قلوب کھنچے چلے جاتے ہیں اور بدسلوکی پر ایسی وعید فرمائی کہ جس کی ہیبت سے پتھر کے دل بھی لرز اٹھیں۔ فرمانِ نبوی کا مطلب یہ ہے کہ والدین تیری جنت ہیں لہذا اس کے حصول کے لئے تم ان کے ساتھ جو کچھ بھی نیکی کرسکتے ہو کرو، تم ان کے حق میں رحم وکرم اور عجز وانکساری کے ایسے پیکر بن جاؤ کہ ان کی ہر جائز خواہش کی راہ میں بچھتے چلے جاؤ، اور خبردار کبھی بھی اپنے کردار، گفتار یا حرکات وسکنات سے ان کی دل آزاری نہ کرنا، ورنہ یہی ہستیاں تمہارے لئے جہنم کا بھڑکتا ہوا شعلہ اور آگ کا دہکتا ہوا انگارہ ہوں گی۔

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَصْبَحَ مُطِیْعًا لِلّٰہِ فِیْ وَالِدَیْہِ اَصْبَحَ لَہٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ الْجَنَّۃِ

جس نے اس حال میں صبح کی کہ وہ ماں باپ کا حق ادا کرنے کے سلسلے میں اللہ عزوجل کا فرمانبردار ہے تو اس کیلئے صبح کو ہی جنت کے دو دروازے

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۱ باب مذکور۔ بحوالہ ابن ماجہ۔

وَاِنْ کَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا۔ (۱)

کھل جاتے ہیں، اور اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک ہی زندہ ہے تو جنت کا ایک دروازہ کھلتا ہے

اس حدیث پاک میں اپنے والدین کے اطاعت شعار کیلئے دنیا میں ہی جنت کی بشارت ہے۔

(۶) حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے والد حضرت جاہمہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں نے جہاد میں شریک ہونے کا ارادہ کیا ہے اور آپ کی خدمت میں مشورہ کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ سرکار نے پوچھا کیا تیری ماں زندہ ہے؟ عرض کیا ہاں!

قَالَ: فَالْزِمْهَا، فَاِنَّ الْجَنَّۃَ عِنْدَ رِجْلِهَا۔ (۲)

تو آپ نے فرمایا کہ ماں کی خدمت میں لگے رہو اسلئے کہ جنت ماں کے قدم کے نیچے ہے۔

"قدم کے نیچے" ہونا یہ فی الواقع بیٹے کا حال ہے، جنت کی طرف اس کی اسناد مجازاً اس لئے کردی گئی ہے کہ بیٹا اگر ماں کے فرمان کی بجاآوری کیلئے اس کے قدموں کے نیچے بچھا رہے، عاجزی ونیازمندی کے ساتھ اسکی خدمت کرے تو وہ ضرور جنت کا حقدار ہوگا۔ (۳)

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۱ باب البر والصلۃ۔ بحوالہ شعب الایمان۔ بیہقی۔

(۲) مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۱ باب البر والصلۃ، بحوالہ مسند احمد، نسائی، شعب الایمان بیہقی۔

(۳) ماخوذ از اشعۃ اللمعات ص ۱۱۱ ج ۴ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان۔

(۷) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک صاحب پیغمبر عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میں خدائے پاک کی بارگاہ میں اجر و ثواب کا حقدار ہونے کے لئے آپ سے ترکِ وطن اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں۔ سرکار نے پوچھا کیا تیرے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟ انھوں نے بتایا کہ ماں اور باپ دونوں زندہ ہیں، آپ نے دریافت کیا کہ کیا تم اللہ عزوجل سے اجر حاصل کرنا چاہتے ہو؟ وہ بولے ہاں، یارسول اللہ! تو آپ نے فرمایا۔

فَارْجِعْ اِلٰی وَالِدَیْكَ فَاَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا۔ (۱)

اپنے ماں باپ کے پاس واپس چلے جاؤ۔ اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔

(۸) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک صاحب یمن سے ہجرت کرکے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ سرکار نے ان سے پوچھا کیا یمن میں تیرا کوئی عزیز بھی ہے؟ انھوں نے عرض کیا ہاں! میرے ماں باپ ہیں، آپ نے پوچھا: کیا انھوں نے جہاد کی اجازت دی ہے؟ عرض کیا نہیں تو آپ نے فرمایا:

اِرْجِعْ اِلَیْهِمَا فَاسْتَاْذِنْهُمَا فَاِنْ اَذِنَا لَكَ فَجَاهِدْ، وَاِلَّا فَبِرَّهُمَا ـ (۲)

پہلے ان سے جاکر اجازت مانگو۔ اگر وہ اجازت دیں تو جہاد کرو، ورنہ انکی خدمت و اطاعت میں لگے رہو۔

---

(۱) مسلم شریف ص ۳۱۳ ج ۲ باب برّ الوالدین۔ کتاب البرّ والصّلۃ۔
(۲) ابو داؤد شریف ص ۳۴۲، ۳۴۳ ج ۱ باب فی الرجل یغزو وابواہ کارھان۔ کتاب الجھاد۔

(۹) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک (اور) شخص نے سرکار علیہ الصّلوٰۃ والسلام سے جہاد میں شریک ہونے کی اجازت مانگی۔ سرکار نے پوچھا کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ انھوں نے کہا، ہاں۔ تو آپ نے فرمایا:

فَفِیْهِمَا فَجَاهِدْ ـ (۱)

انھیں کی خدمت گزاری کا جہاد کرو۔

ان احادیثِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ محمد رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم میں ماں باپ کے ساتھ نیکی، حسن سلوک اور انکی خدمت و اطاعت کا درجہ جہاد جیسے سرفروشانہ ملّی و قومی خدمت سے بھی بڑھ کر ہے۔ جہاد بلاشبہہ دینِ حنیف کی بڑی عظیم خدمت ہے۔ اور یہ قومی خدمت بھی ہے مگر ظاہر ہے کہ ماں باپ کا حق قومی و سماجی حقوق سے بہت زیادہ ہے اور یہ خدمت دوسرے سپاہیانِ اسلام بھی انجام دے سکتے ہیں اگر بیٹا میدانِ جنگ میں شہید ہوگیا تو اس کے بے سہارا ماں باپ کا کوئی سہارا نہ ہوگا لیکن اگر یہ جہاد میں شریک نہ ہو تو اسلام بے سہارا نہ رہے گا اس لیے سرور کائنات صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماں باپ کی خدمت کو، جہاد پر جو فوقیت اور برتری عطا کی ہے وہ بجا طور پر اس کے سزاوار ہیں۔

(۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

---

(۱) مسلم شریف ص ۳۱۳ ج ۲ باب برالوالدین۔ ابو داؤد شریف ص ۳۴۲ ج ۱ کتاب الجہاد باب فی الرجل یغزو۔ و بخاری شریف ص ۴۲۱ ج ۱ باب الجہاد باذن الوالدین وغیرہ۔

طَاعَةُ اللّٰهِ طَاعَةُ الْوَالِدِ، مَعْصِيَةُ اللّٰهِ مَعْصِيَةُ الْوَالِدِ۔ (۱)

باپ کی اطاعت اللہ عزوجل کی اطاعت ہے اور باپ کی نافرمانی خدائے پاک کی نافرمانی ہے۔

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رِضَی الرَّبِّ فِی رِضَی الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِی سَخَطِ الْوَالِدِ (۲)

پروردگار عالم کی خوشنودی باپ کی خوشنودی میں ہے اور پروردگار کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔

یہی حال ماں کی خوشنودی و ناراضگی کا بھی ہے بلکہ اس کی خوشی و ناخوشی بدرجۂ اولیٰ خدائے پاک کی خوشی و ناخوشی کا باعث ہے کہ ماں کا حق بیٹے پر باپ سے بھی زیادہ ہے۔ یہاں خاص طور پر "باپ" کا ہی ذکر غالباً اسلئے ہے کہ عدالتِ نبوی میں جو معاملہ پیش ہوا تھا اس کا تعلق براہِ راست باپ اور بیٹے سے ہی تھا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سیدِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت کی کہ وہ عبادت و ریاضت میں بہت زیادہ

(۱) فتاویٰ رضویہ ص ۵۸ ج ۱۰ نصف اول بحوالہ طبرانی۔

(۲) مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۹ باب البر والصلہ بحوالہ ترمذی شریف، ایضاً صحیح ابن حبان ص ۱۵۱ ج ۲ المکتبۃ الاثریہ پاکستان اخرجہ البغوی فی شرح السنہ وصححہ الحاکم ۴/ ۱۵۱، ۱۵۲ و بخاری فی الادب المفرد

منہمک رہتا ہے، رات بھر جاگ کر عبادت کرتا ہے اور دن بھر روزے رکھتا ہے (مطلب یہ ہے کہ وہ عبادت و ریاضت میں مشغول ہونے کی وجہ سے میری راحت اور میرے آرام و چین کے لئے کم ہی کوئی کام کر پاتا ہے) اس موقع پر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کلمات ارشاد فرمائے۔ (۱)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ کوئی ہزار عبادت کرے، ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے، دل کی دنیا کو خشیتِ الٰہی و خوفِ خداوندی سے معمور رکھے مگر وہ جب تک اپنے ماں باپ کو ان کی خدمت و فرمانبرداری کر کے راضی نہ کرلے گا خدا اس سے کبھی راضی نہ ہوگا کہ خدا کی خوشنودی ماں باپ کی خوشنودی میں ہے اور خدا کی طاعت ماں باپ کی طاعت میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معلّمِ اخلاق صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ جیسے صائم النہار و عابد شب زندہ دار بزرگ کو وہ ہدایت فرمائی، جس کا کھلا مطلب یہ ہے کہ اے عبداللہ! خدا کی خوشنودی چاہتے ہو تو اس کی عبادت کے ساتھ ساتھ باپ کی خدمت و رضا جوئی بھی کرتے رہو

جھکا دو اپنا بازوئے اطاعت سامنے ان کے
سراپا ہو محبت ہی محبت سامنے ان کے

(۱۲) رضاعی ماں اور سرکار کا ادب

ماں باپ کی عزت اور رضا جوئی کے سلسلے میں اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ہدایات پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ عمل کر کے بھی دنیا

(۱) اشعۃ اللمعات ص ۱۰۵ ج ۴ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان۔

کو دکھا دیا۔

مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلے پر جعرانہ نام کی ایک مشہور آبادی ہے فتح حنین کے بعد سرکار سولہ[19] روز تک وہیں قیام پذیر رہ کر مال غنیمت تقسیم فرماتے رہے اسی مقام کا ایک چشم دید واقعہ حضرت ابوطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں[1] وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام جعرانہ میں گوشت تقسیم فرمارہے تھے کہ ایک خاتون آئیں اور سرکار کے قریب چلی گئیں آپ نے ان کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر بچھادی اور وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ تو میں نے حاضرین سے دریافت کیا، یہ خاتون کون ہیں۔؟

فَقَالُوا: اُمُّهُ الَّتِی — یہ سرکار کی رضاعی ماں (حضرت حلیمہ سعدیہ) ہیں

اَرْضَعَتْهُ — (۲) انھوں نے حضرت کو دودھ پلایا ہے۔

اللّٰہُ اَکْبَرْ! جب رضاعی ماں کے اعزاز و توقیر اور ادب و احترام کا یہ حال ہے تو خاص اپنی ماں کے اعزاز و ادب و احترام کا کیا حال ہوگا۔

سرور کونین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رضاعی ماں کی رضا جوئی و دلداری کیلئے جو بہترین نمونہ عمل قائم کیا ہے وہ رہتی دنیا تک سارے انسانوں کیلئے مشعل راہ ہے۔

---

(۱) اشعۃ اللمعات ص ۔۔ ج ۳ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان۔

(۲) مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۰ فصل ثانی باب البر والصلۃ بحوالہ ابوداؤد شریف

ماں باپ کے ساتھ نیکی کا اچھا پھل

اب تک ہم نے جو کچھ نذر قارئین کیا ان سے یہ امر نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے کہ والدین کی خدمت و اطاعت کی راہ میں گو بسا اوقات انسان کو بڑے صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑتا ہے مگر یہ عارضی مشقت انسان کو باغ جنت کی دائمی آسائشوں سے ہمکنار کر دیتی ہے اور دنیا میں ہی اسے جنت کا پروانہ عطا کر دیا جاتا ہے اب اسی کے ساتھ ہم یہاں یہ بھی واضح کریں گے کہ خدائے پاک اس خدمت و اطاعت اور نیکی و بھلائی کے صلہ میں انسان کو اپنے فیضان کرم سے اتنا نواز دیتا ہے کہ بسا اوقات وہاں تک عام آدمی کا وہم و گمان بھی نہیں پہونچ سکتا، اور دنیا و آخرت کی جو سب سے بڑی اور لازوال دولت حاصل ہوتی ہے وہ اللہ رب العزت جل جلالہ کا "رضوان" ہے ہم احادیث اور واقعات و حقائق سے اس امر کی وضاحت کرتے ہیں۔

(۱) حضرت اویس قرنی کا مقام

ملک یمن کی ایک بستی قرن میں ایک عاشق رسول تھے۔ جو اللہ کے رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے ہر آن بے تاب رہا کرتے تھے۔ ان کے دل میں بار بار یہ آرزو مچلتی کہ کاش کسی دن رحمت عالم

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شرفِ صحبت حاصل ہوجائے، انھوں نے کئی بار حاضری کا قصد بھی کیا مگر ماں کی خدمت میں مشغول ہونے کی وجہ سے کبھی ان کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔ یہ اپنی والدہ کے بڑے فرمانبردار وخدمتگزار تھے جب بھی سفر کا ارادہ فرماتے ان کی ماں رونے لگتیں، اور غمزدہ ہوجاتیں اس وجہ سے یہ ہر بار اپنا ارادہ بدل دیتے یہاں تک کہ سرکار دوجہاں سیدانس وجاں جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دارِ فانی سے دارِ جاودانی کی طرف رحلت فرماگئے اور ان کی بے قرار نگاہوں کو رخِ زیبا کا ظاہری دیدار نہ حاصل ہوسکا۔ (۱)

کوئی اندازہ کرسکتا ہے کہ اس عاشقِ زار کے قلبِ نازک پر کتنا بڑا صدمہ پہونچا ہوگا جو وصالِ حبیب کی تمنا میں زندگی کا ایک ایک لمحہ بڑی بے قراری سے گزار رہا ہو اور ایک پل کے لئے بھی اسے جمالِ حبیب کا جلوۂ زیبا نصیب نہ ہوا ہو، پھر اسی عالم میں اسے اس کے حبیب کی رحلت کی غمناک خبر پہنچا دی گئی ہو؟ ہے کوئی جو ماں باپ کی خدمت گزاری میں ایسی مبارک تمناؤں کو قربان کردے؟ سرکار کے شرفِ صحبت، بلکہ محض خواب کے شرفِ زیارت سے مشرف ہونا اس کے امکان میں ہو اور پھر بھی شب وروز ماں باپ کی رضاجوئی ودلدہی میں لگا رہے؟ یہ شان ہے سیدالتارکین، افضل التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جنھوں نے اپنی بے سہارا ماں کی

---

(۱) ماخوذ از الدعوۃ الاصلاحیۃ ص ۱۹۳۔ للشیخ محمد بن علوی مالکی۔

خدمت ورضاجوئی میں یہ سب کچھ قربان کردیا۔ مگر ان کی یہ قربانی رائگاں نہ گئی بلکہ اس کے صلہ میں خدائے ذوالجلال نے انھیں ایسے فضلِ خاص سے نوازا کہ اس پر دنیا جتنا بھی رشک کرے کم ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ فرماتے سنا۔

اِنَّ خَیْرَ التَّابِعِیْنَ رَجُلٌ یُقَالُ لَہٗ اُوَیْسٌ، وَلَہٗ وَالِدَۃٌ وَکَانَ بِہٖ بَیَاضٌ فَمُرُوْہُ فَلْیَسْتَغْفِرْ لَکُمْ۔ (۱)

تابعین میں سب سے افضل وبزرگ وہ شخص ہے جس کا نام اُویس ہے، اس کی ایک ماں ہے۔ اس کے بدن پر سفید داغ ہے (ملاقات ہو تو) اس سے گزارش کرو کہ وہ تمہارے لئے دعائے مغفرت کرے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک دوسرے بیان میں یہ اضافہ بھی ہے کہ:

کَانَ بِہٖ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْہُ اِلَّا مَوْضِعَ دِرْھَمٍ، لَہٗ وَالِدَۃٌ ھُوَ بِھَا بَرٌّ، لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ۔ (۲)

ان کے بدن میں سفید داغ تھا۔ جو درہم بھر جگہ کے سوا سب ٹھیک ہوگیا۔ وہ اپنی ماں کا اطاعت شعار وخدمت گزار ہے اگر وہ کسی بات پر اللہ کی قسم کھالے تو خدائے کریم اسے پورا فرمائے گا۔

---

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۵۸۲ باب ذکر الیمن والشام وذکر اُویس القرنی۔ بحوالہ مسلم شریف ج ۲ ص ۳۱۱

(۲) مسلم شریف ص ۳۱۱ ج ۲ باب فضائل اویس القرنی رضی اللہ عنہ۔

اس سلسلے میں حضرت عمر فاروق کا ایک بیان یہ بھی ہے کہ ایک روز رسول خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے میرا نام لے کر یاد فرمایا تو میرے دل میں خیال آیا کہ شاید حضور مجھے کہیں بھیجیں گے مگر آپ نے یہ فرمایا اے عمر! میری امت میں اُویس قرنی نام کا ایک شخص ہے جب اس سے تیری ملاقات ہو تو اس سے میرا سلام کہو اور اس سے اپنے لئے دعا کراؤ کہ وہ پروردگار عالم کے نزدیک کریم و محبوب ہے اگر خدائے تعالیٰ پر کوئی قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ اُسے پورا فرمادے گا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے انھیں پیغمبر خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ڈھونڈا مگر ملاقات نہ ہو سکی، حضرت ابوبکر صدیق کے زمانے میں تلاش کیا۔ پھر انھیں تلاش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ملاقات ہوئی، میں نے کہا سرکار نے آپ کو سلام کہا ہے تو انھوں نے جواب دیا عَلیٰ رَسُولِ اللّٰہِ السَّلَامُ عَلَیکَ یَا اَمِیرَ المُؤمِنِینَ۔ (۱) تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے لئے اپنا پیرہن بھی رکھ چھوڑا تھا جسے حضرت عمر فاروق و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک مدت کے بعد ان کا پتہ لگا کر انھیں عطا کیا۔ (۲)

اَللّٰہُ اَکبر! کتنا عظیم تھا وہ بندۂ گمنام و نیک نام جسے حبیب خدا نے اپنا سلام بھیجا۔ جسے محبوب کبریا نے اپنے پیرہن سے نوازا۔

---

(۱) اشعۃ اللمعات ص۳۳۲، ج۴ بحوالہ جمع الجوامع سیوطی و بحوالہ فوائد ابی القاسم بن جعفر خرقی و تاریخ خطیب و ابن عساکر۔ (۲) سچی حکایات ص ۱۴۲، ۱۴۳ حصہ سوم۔

جسے سرکار نے "خیر التابعین" کا درجہ بخشا۔

جسے حضرت فاروق اعظم جیسے مقبول خدا اور صاحب سطوت فرمانروائے اسلام نے صرف ملاقات کی تمنا میں دس سال تک ڈھونڈا۔ اور ان سے دعا کی گذارش کی۔ جسے خدائے مجیب نے مُستجابُ الدعوات بنایا ؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کو، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

یہ سب کچھ ماں کی خدمت کی برکت تھی جس نے ایک خستہ حال انسان کو عظمت و بزرگی کی بلند ترین چوٹی پر پہونچا دیا۔

(۲) تین مُسافروں کی ایمان افزا کہانی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مخبر صادق حضور نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگلے زمانے کے تین شخص کہیں سفر میں جا رہے تھے سونے کے وقت ایک غار کے پاس پہونچے اور اس کے اندر داخل ہو گئے۔ اوپر سے پہاڑ کی ایک چٹان گری جس نے غار کا منہ بند کر دیا (انھیں سامنے موت کھڑی نظر آرہی تھی) انھوں نے آپس میں کہا کہ اب اس بلا سے نجات کی اسکے علاوہ کوئی صورت نہیں ہے کہ تم نے اللہ کے لئے جو کچھ نیک کام کئے ہوں اس کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔

ایک نے کہا اے بار الٰہا: میرے ماں باپ بوڑھے تھے (بکریوں کے دودھ پر ہی میرا اور میرے بچوں کی زندگی کا مدار تھا) میں جنگل سے

بکریاں چرا کر لاتا تو دودھ دوہ کر سب سے پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا۔ ان سے پہلے نہ بال بچوں کو دیتا، اور نہ ہی لونڈی غلام کو۔ ایک دن کسی چیز کی تلاش میں مجھے واپسی میں دیر ہو گئی اور رات میں جانوروں کو لے کر ایسے وقت گھر آیا کہ والدین سو چکے تھے، میں دودھ لے کر ان کی خدمت میں آیا تو وہ سو رہے تھے یہ وہ وقت تھا کہ بچے میرے قدموں میں بھوک سے چلا رہے تھے۔

فَكَرِهْتُ اَنْ اَغْبُقَ قَبْلَهُمَا اَهْلًا وَّمَالًا (وَفِيْ رِوَايَةٍ: اَكْرَهُ اَنْ اُوْقِظَهُمَا) فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلٰى يَدَيَّ، اَنْتَظِرُ اسْتِيْقَاظَهُمَا، حَتّٰى بَرَقَ الْفَجْرُ، فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوْقَهُمَا۔

مگر میں نے یہ گوارہ نہ کیا کہ ماں باپ سے پہلے بچوں کو سیراب کروں، اور یہ بھی گوارہ نہ کیا کہ انھیں جگا کر ان کے آرام میں خلل ڈالوں، دودھ کا پیالہ ہاتھ پر رکھے ہوئے ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا (بچے روتے رہے اور رات گزرتی رہی)، یہاں تک کہ فجر نمودار ہوئی تو ان کی آنکھ کھلی اور دودھ پیا۔

اے پروردگار! تجھے خوب معلوم ہے، اگر میں نے یہ کام تیری خوشنودی کے لئے کیا ہے تو اس چٹان کو کچھ ہٹا دے، یہ دعا کرتے ہی چٹان کچھ سرک گئی مگر اتنی نہیں ہٹی کہ یہ لوگ غار سے نکل سکیں۔ اس کے بعد باقی دو مسافروں نے اپنے اپنے نیک کام کے وسیلہ سے دعا کی اور خدائے کریم نے انھیں اس بلا سے نجات دیدی۔ (۱)

(۱) بخاری شریف ص ۳۰۳ ج ۱ باب من استاجر اجیرا فترک اجرہ الخ ایضاً ص ۳۱۴ باب اذا

غور فرمائیے! کہ جس وقت اُن غریب الوطن انسانوں کے اوپر مصیبت کا پہاڑ چٹان کی شکل میں ٹوٹ پڑا تھا، جہاں ان کا کوئی یار و مددگار اور چارہ ساز و غمگسار نہ تھا، بس بے کسی کا ایک عالم تھا جس میں ہر طرف مایوسی کی تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں، اور انھیں زندگی کا چراغ بجھتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ آخر اس وقت کس نے ان بے سہاروں کی دستگیری کی تھی، اور کون ان بے بسوں کا فریاد رس ہوا تھا۔؟

وہ ماں باپ کی خدمت کی برکت تھی جس نے اللہ کی رحمت بن کر ان کو زندگی کی آس دلائی تھی، مایوسیوں کی تاریک دنیا میں امیدوں کا چراغ جلایا تھا، جس وقت ماں باپ کے ساتھ کی ہوئی نیکی کو وسیلہ بنا کر ربِ کائنات کی بارگاہ میں پنجۂ موت سے رہائی حاصل کرنے کی دعا کی گئی تھی اس وقت اسی نے باب اجابت کو کھٹکھٹایا تھا، اور اسی نے سب سے پہلے رحمتِ الٰہی کو جوش دلا کر بے بسوں کی فریاد رسی کی تھی اور اللہ کے فضل و کرم کو انکا چارہ ساز و غمگسار بنایا تھا۔ اگر اس سعادتمند بیٹے نے پوری چٹان کے ہٹنے کی دعا کی ہوتی تو ضرور پوری چٹان ہٹ جاتی مگر اس نے کچھ ہٹنے کی دعا کی تھی اسلئے چٹان بھی کچھ ہی ہٹی ہے

تیرے میکدہ میں کمی ہے کیا، جو کمی ہے ذوقِ طلب میں ہے
جو ہوں پینے والے تو آج بھی وہی بادہ ہے وہی جام ہے

نادع بمال قوم الخ ایضاً ص ۲۹۷ ج ۱ باب البیوع۔ مسلم شریف۔

۳۔ گائے نرالی، دام انمول

گائے کیا تھی؟ حسن وجمال کی پیکر، موہنی صورت، نور کی مورت:

صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ○ — رنگ پیلا، بھڑکدار، نگاہوں کا نور، دل کا سرور۔

مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا۔ — بے عیب، بے داغ۔

اور اتنی باکرامت کہ اس کے ایک عضو سے بنی اسرائیل کے ایک مقتول کو مارا گیا تو اس نے زندہ ہو کر قاتل کا پتہ بتا دیا۔

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ط كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى۔ (س بقرہ آیۃ ۷۳) — ہم نے فرمایا اس مقتول کو اس گائے کے ایک عضو سے مارو، اللہ یونہی مُردے جلائے گا۔

یہ گائے قوم بنی اسرائیل کے ایک نیک وصالح شخص کی تھی ان کا ایک کمسن بچہ تھا، ان کے پاس اس گائے کے علاوہ کوئی دوسرا مال نہ تھا اسے انھوں نے ایک جنگل میں چھوڑ دیا اور دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اسْتَوْدَعْتُكَ هٰذِهِ الْعِجْلَةَ لِابْنِيْ حَتّٰى يَكْبُرَ۔ — اے اللہ! میں اس بچھیا کو اپنے فرزند کے لئے تیرے پاس امانت رکھتا ہوں، جب یہ بڑا ہو، بچھیا اس کے کام آئے۔

ان کا تو انتقال ہوگیا اور وہ بچھیا جنگل میں قدرت کی نگرانی میں پروان بڑھتی رہی یہاں تک کہ جوان ہوگئی، ادھر یہ کمسن بچہ بھی جوان ہوگیا یہ ماں کا فرمانبردار وخدمت گزار تھا اس نے اپنے لئے رات کے تین حصے کر لئے تھے

ایک تہائی رات تک نماز پڑھتا، ایک تہائی رات آرام کرتا، اور ایک تہائی رات اپنی ماں کے سرہانے بیٹھ کر ان کی خدمت میں گزارتا۔ جب صبح ہوتی باہر جاکر لکڑیاں جمع کرتا اور اسے بازار میں لے جاکر بیچتا، لکڑی جتنے دام پر بھی فروخت ہوتی وہ اس کا ایک تہائی راہِ خدا میں صدقہ کر دیتا، ایک تہائی سے گھر کے خرچ چلاتا اور ایک تہائی اپنی ماں کی خدمت میں نذر کر دیتا۔ ایک روز اس کی ماں نے کہا اے نورِ نظر! تیرے باپ نے فلاں جنگل میں تیرے لئے ایک بچھیا چھوڑی تھی، وہ اب جوان ہوگئی ہے تم جاؤ اور عزوجل سے دعا کرو کہ وہ تمہیں یہ گائے عطا فرما دے اس کی نشانی یہ ہے کہ تم اسے دیکھو گے تو یہ گمان ہوگا کہ اس کی کھال سے سورج کی کرن پھوٹ رہی ہے، لڑکے نے جنگل میں اس گائے کو دیکھا تو اسے اللہ کی قسم دے کر بلایا، وہ حاضر ہوگئی، لڑکا اسے لے کر گھر کی طرف روانہ ہوا تو گائے اللہ عزوجل کے حکم سے گویا ہوگئی، اس نے کہا:

اَيُّهَا الْفَتَى الْبَارُّ بِاُمِّهٖ ارْكَبْنِيْ فَاِنَّهٗ اَهْوَنُ عَلَيْكَ .... — اے جوان اپنی ماں کے احسان مند، اطاعت شعار! تو مجھ پر سوار ہوجا، یہ تیرے لئے بہت آسان ہے۔

نوجوان نے اس سے انکار کرتے ہوئے جواب دیا۔

اِنَّ اُمِّيْ لَمْ تَاْمُرْنِيْ بِذٰلِكَ — میری ماں نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا ہے

تو گائے نے کہا:

وَاللّٰهِ لَوْ رَكِبْتَنِيْ مَا كُنْتَ — خدا کی قسم اگر تو مجھ پر سوار ہوجاتا تو پھر کبھی

تَقْدِرُ عَلَيَّ اَبَدًا. فَانْطَلِقْ فَاِنَّكَ لَوْ اَمَرْتَ الْجَبَلَ اَنْ يَّنْقَلِعَ مِنْ اَصْلِهٖ لَانْقَلَعَ لِبِرِّكَ بِاُمِّكَ۔ ....

کبھی مجھ پر قابو نہ پاتا، اب چلئے سو اگر تم پہاڑ کو بھی اپنی جگہ سے ہٹ جانے کا حکم دو گے تو اپنی ماں کے ساتھ تمہارے حسنِ سلوک اور انکی فرمانبرداری کی وجہ سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائے گا۔

یہ جوان گائے کو لے کر اپنی والدہ کے پاس گیا تو والدہ نے کہا کہ تم ایک محتاج آدمی ہو، تمہارے پاس کوئی مال نہیں تم یہ گائے بازار میں لیجا کر تین دینار میں بیچ دو لیکن دام طے ہو جانے کے بعد پھر مجھ سے اجازت حاصل کر لینا۔ اس زمانے میں وہاں گائے کی قیمت تین ہی دینار تھی۔ یہ جوان گائے کو بازار میں لے کر آیا تو اللّٰہ عزوجل نے ایک فرشتہ کو خریدار کی صورت میں بھیجا تاکہ وہ دیکھے کہ یہ جوان اپنی والدہ کے حکم کا کس قدر احترام کرتا ہے۔ فرشتے نے اس گائے کی قیمت چھ دینار لگائی مگر اس شرط پر کہ جوان والدہ کی اجازت کا پابند نہ رہے۔ جوان اس پر راضی نہ ہوا، اس نے کہا اگر تم گائے کے وزن برابر سونا دو گے تو بھی میں اسے اپنی ماں کی اجازت کے بغیر نہ لوں گا۔ پھر جوان نے اپنی ماں سے جا کر یہ سارا قصہ سنایا۔ ماں نے چھ دینار میں بیچنے کی اجازت دیدی مگر اس بار بھی یہ شرط رکھی کہ سودا طے ہو جائے تو ایک بار پھر میری مرضی معلوم کر لینا۔ یہ جوان بازار گیا تو وہی فرشتہ اس دفعہ بھی آیا اور جوان سے اس کی ماں کا حکم جان لینے کے بعد کہا میں تمہیں اس گائے کی قیمت بارہ دینار دیتا ہوں مگر شرط

یہ ہے کہ تم اپنی ماں سے دوبارہ اجازت نہ لو۔ جوان نے اس بار بھی یہ شرط نہ مانی اور ماں کی خدمت میں حاضر ہو کر ماجرا سنایا وہ نیک بخت اپنی فراستِ ایمانی سے خریدار کو پہچان گئی اس نے کہا یہ خریدار آدمی کی شکل میں کوئی فرشتہ ہے۔ اس مرتبہ تم اس سے یہ پوچھو کہ آپ ہمیں اس گائے کے بیچنے کا حکم دیتے ہیں، یا نہیں؟ جوان نے فرشتے سے جا کر یہی بات پوچھی تو انھوں نے کہا اپنی ماں سے جا کر کہہ دو کہ اس گائے کو ابھی نہ بیچیں، بنی اسرائیل کے لوگ اسے خریدنے آئیں گے تو تم ان سے یہ گائے اس شرط پر بیچنا کہ وہ تمہیں اس کی کھال بھر کر سونا قیمت میں ادا کریں۔ بنی اسرائیل آئے اور حضرت موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ضامن بنا کر کھال بھر سونا کے عوض میں یہ گائے خرید لی۔ (۱)

(۴) نایاب موتی

اویسِ یمانی کا بیان ہے کہ ایک شخص کے چار لڑکے تھے۔ وہ بیمار ہوا تو ایک لڑکے نے اپنے بھائیوں سے کہا یا تو آپ حضرات والد ماجد کی تیمار داری کریں، یا میں کروں شرط یہ ہے کہ جو فرزند تیمارداری و علاج کے فرائض انجام دے اس کے لئے ابا جان کی میراث میں کوئی حصہ نہ رہے گا۔ دوسرے بھائی اس کے لئے آمادہ نہ ہوئے تو آخر اسی فرزند نے یہ خدمت اپنے ذمہ لی اس کے خیال میں

(۱) لباب التاویل فی معانی التنزیل، المعروف بالتفسیر الخازن تالیف الامام علاء الدین علی خازن بغدادی، شافعی) ص۳۰، ۱۲۹ ج۱، المطبعۃ العامرہ۔

گویا باپ کی یہ خدمت اتنی بڑی دولت تھی کہ اس کے بعد پھر کسی اور دولت کی حاجت نہ تھی) خواب میں اسے بتایا گیا کہ تم فلاں جگہ جاؤ اور وہاں سے سو اشرفیاں حاصل کر لو مگر ان میں برکت نہیں ہے۔ صبح ہوئی تو اس نے اپنی بیوی سے اس کا تذکرہ کیا۔ بیوی نے کہا کہ لے لیجیے، مگر اس نے انکار کردیا۔ دوسری رات اسے خواب میں کسی جگہ سے دس اشرفیاں لینے کی لالچ دی گئی اور ساتھ ہی یہ بتا دیا گیا کہ اس میں بھی برکت نہیں ہے آج صبح بھی اسے بیوی نے لے لینے کا مشورہ دیا مگر اس نے اس دفعہ بھی بے برکت مال کی نحوست سے اپنے دامن کو داغدار نہیں ہونے دیا، تیسری رات اسے خواب میں کہیں سے صرف ایک، مگر بابرکت دینار لینے کی رہنمائی کی گئی اس نے خوشی خوشی جاکر وہ دینار حاصل کرلیا اب اس کی برکت کا کرشمہ دیکھیے کہ واپسی میں اسے ایک شخص ملا جس کے پاس دو مچھلیاں تھیں، وہ انھیں ایک دینار میں بیچ رہا تھا اس نے اسی برکت والے دینار کے بدلے دونوں مچھلیاں خرید لیں، گھر لاکر ان کا پیٹ چاک کیا تو یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ہر مچھلی کے پیٹ میں ایک ایک "نایاب موتی" نکلا وہ ایک موتی لے کر بادشاہ کے یہاں گیا تو اس نے موتی کے بدلے اسے بہت زیادہ مال عطا کیا، بادشاہ نے کہا یہ موتی تنہا کوئی زیادہ بھلا نہیں معلوم ہوتا اس کا جوڑا بھی دیدو، میں تمہیں مالا مال کردوں گا، اس نے دوسرا موتی بھی بارگاہ سلطانی میں پیش کیا اور باپ کی خدمت کی برکت سے خوب مالا مال ہوگیا۔

(قلیوبی ص ۲۵، ۴۴)

(۵)، بچھڑوں کے ملاپ کی عجیب و غریب داستان

بنی اسرائیل میں ایک صالح شخص تھا، اس کا ایک بیٹا تھا، جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ خدا کی قسم" کبھی نہ کھانا نہ جھوٹی نہ سچی، جب وہ مرگیا اور لوگوں کو اس کی وصیت کا حال معلوم ہوا تو بنی اسرائیل کے بہت سے لوگ لڑکے کے پاس آئے اور ان میں سے ہر شخص یہ کہنے لگا کہ تیرے باپ کے ذمہ میرا اتنا قرض تھا، وہ ہر ایک کو اس کے کہنے کے مطابق رقم دیتا رہا یہاں تک کہ بیچارہ مفلس ہوگیا، اور جب ایک کوڑی بھی اس کے پاس باقی نہ رہی تو اس نے اپنی بیوی اور دو بچوں کو ساتھ لے کر اپنا وطن چھوڑ دیا اور کشتی میں سوار ہوکر دریا کا سفر کرنے لگا، عجیب اتفاق کشتی ٹوٹ گئی اور یہ چاروں ستم رسیدہ علیحدہ علیحدہ تختوں پر بہنے لگے، باد مخالف نے ہر ایک کو دوسری سمت میں پھینک دیا، یہ ستم رسیدہ شخص جس نے لوگوں کے ظلم سے تنگ آکر اپنا گھر بار چھوڑ دیا تھا ایک جزیرہ میں پہونچا جہاں دور دور تک کسی آدمی کا پتہ نہ تھا، یہ حیران تھا کہ کیا کرے، اتنے میں غیب سے یہ ندا آئی کہ اے ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے والے! تم فلاں جگہ جاؤ اور وہاں سے خزانہ نکال لو، یہ وہاں پہنچا تو اسے واقعی اس جگہ سے خزانہ مل گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے کچھ آدمی کہیں سے وہاں بھیج دیے، اس نے ان کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا، اس کے اس نیک سلوک کی خبر قرب وجوار میں پھیل گئی اور اس کی مہمان نوازی و غربا پروری

کی دور دور تک شہرت ہوگئی، اس کے باعث لوگ اطراف و جوانب سے اس کے پاس آنے لگے اور وہیں بستے گئے یہاں تک کہ وہ جزیرہ ایک بڑا شہر ہوگیا اور یہ شخص اس جزیرے کا حاکم بن گیا، خدا کی شان کہ جیسے اور آدمی اس کی خبریں سن سنکر اس کے پاس آتے تھے ایسے ہی اس کا بڑا بیٹا بھی اس کی فیاضی کی خبر سن کر یہاں کے لئے روانہ ہوگیا۔ یہاں پہونچ کر حاکم جزیرہ سے ملاقات کی، حاکم نے اس کی بڑی آؤ بھگت اور خدمت کی اور اسے اپنے خاص لوگوں میں شامل کرلیا مگر ان سب کے باوجود ایک دوسرے سے ناواقف اور اپنے رشتے سے بے خبر ہی رہے۔

اسی طرح اس کے دوسرے بیٹے کو خبر ملی اور وہ بھی حاضر خدمت ہوکر اپنے بڑے بھائی کی طرح شرف خدمت سے بہرہ یاب ہوا، مگر ابھی تک ایک کا حال دوسرے سے پوشیدہ رہا۔

حاکم جزیرہ کی بیوی ایک تختہ پر بہتے بہتے کسی دوسرے جزیرہ میں پہونچ گئی تھی، اسے ایک شخص نے اپنے گھر میں رکھ لیا تھا جب اس شخص کو بھی حاکم جزیرہ کی سخاوت کا علم ہوا تو وہ بھی اس عورت کو ساتھ لیکر اس کی طرف چل پڑا جب جزیرہ کے قریب پہونچا تو عورت کو کشتی میں چھوڑ دیا اور کچھ تحفے کر حاکم جزیرہ کے پاس پہونچا، حاکم نے اس کی خاطر و مدارات کے بعد کہا کہ رات میں یہیں رہو اس نے بتایا کہ میں ایک عورت کو کشتی میں چھوڑ کر آیا ہوں، حاکم نے کہا اس کی حفاظت کے لیے دو آدمی وہاں بھیج دیتا ہوں، پھر انھیں دونوں بھائیوں کو حکم دیا کہ جاؤ

اور رات بھر اس کشتی کی حفاظت کرتے رہو، جب وہ دونوں کشتی کے پاس پہونچے تو آپس میں صلاح کرنے لگے کہ ہمیں اس عورت کی حفاظت کے لئے بھیجا گیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ نیند آجائے، آؤ آپس میں کچھ باتیں کریں اور آج تک زمانہ کے حالات سے جس کو جو کچھ معلوم ہو بیان کرے تاکہ رات بسر ہو اور نیند نہ آئے۔ ایک نے پہلے اپنی ہی درد بھری سرگزشت سنانا شروع کردی کہ ہم دو بھائی تھے دوسرے بھائی کا یہی نام تھا جو تمہارا ہے، ہمارے والد ہمیں لے کر مع والدہ دریا کا سفر کرنے لگے خدا کی قدرت! کشتی ٹوٹ گئی اور ہم سب ایک دوسرے سے الگ ہوگئے، خدا جانے کون کہاں پہونچا ہے۔ جب دوسرے نے یہ قصہ سنا تو پوچھا تمہارے باپ کا کیا نام تھا؟ اس نے بتایا کہ فلاں نام ہے! پوچھا اور تمہاری ماں کا کیا نام ہے؟ اس نے ماں کا نام بھی بتادیا، یہ سن کر اسے تاب نہ رہی اور روتے ہوئے دوڑ کر اس سے لپٹ گیا اور بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگا رب کعبہ کی قسم! تو تو میرا بھائی ہے۔ وہ عورت جو کشتی میں بیٹھی تھی اور وہ درحقیقت ان کی ماں تھی۔ دونوں کی باتیں سن رہی تھی جب صبح ہوئی اور وہ شخص کشتی پر آیا تو عورت کو نہایت غمگین پایا، یہ دیکھ کر اسے شک ہوا کہ شاید ان دونوں پہرے داروں نے کوئی شرارت کی ہے اس لئے وہ غصہ میں الٹے پاؤں پھر حاکم کے پاس پہونچا اور شکایت کی۔ حاکم نے دونوں پہرے داروں کو بلایا اور ساتھ ہی اس عورت کو بھی طلب کیا۔ عورت سے پوچھا کہ بتاؤ تم کو ان سے کیا شکایت ہے؟ وہ بولی! جناب ان دونوں سے کہئے کہ یہ رات میں

جو قصہ سنا رہے تھے پھر دُہرائیں، انھوں نے وہی قصہ پھر سنایا۔ حاکم جزیرہ نے یہ سنا تو بے اختیار اپنے تخت سے اٹھا اور ان دونوں کو چھاتی سے لگا کر کہنے لگا۔

اَنۡتُمَا وَاللّٰهِ وَلَدِیۡ — خدا کی قسم تم دونوں میرے ہی بیٹے ہو۔

ادھر عورت بھی بے اختیار پکار اٹھی۔

وَاَنَا وَاللّٰهِ اُمُّهُمَا — اور میں خدا کی قسم ان دونوں کی ماں ہوں[1]

یہ ہے باپ کی فرمانبرداری کی برکت، کہ گدائے بے نوا کو عظیم فرماں روا بنا دیا۔

(۹) موتی کا پُراسرار گنبد

اللہ کے نبی حضرت سُلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان وزمین کے بیچ کی فضا میں سفر کرتے ہوئے کسی سمندر میں پہونچے، اس میں انھیں ایک خوفناک لہر نظر آئی۔ ہوا کو ٹھہرنے کا حکم دیا، وہ ٹھہر گئی تو ایک جن نے آپ کے حکم سے سمندر میں غوطہ لگایا، اس نے سمندر کی گہرائی میں سفید موتی کا ایک گنبد دیکھا جس میں کہیں بھی کوئی سوراخ نہ تھا وہ اسے نکال کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں لایا، آپ کو اس پر تعجب ہوا، پھر آپ کی دعا سے گنبد کا دروازہ کھلا تو اندر کا منظر کچھ اور ہی عجیب تھا۔ دیکھا کہ اس میں ایک جوان

(۱) سچی حکایات ص ۲۵ تا ۲۹ (الفاظ میں تصرف کے ساتھ) حصہ چہارم باب برالوالدین بحوالہ نزہتہ المجالس ص ۲۸۳ ج ۱۔

سجدہ میں پڑا ہوا عبادتِ خداوندی میں مصروف ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرشتہ ہیں یا جن، یا انسان، یا اور کوئی مخلوق؟ انھوں نے عرض کیا میں انسان ہوں! تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے دریافت کیا کہ آپ کو یہ بزرگی کس عمل کی بنا پر ملی ہے؟ وہ بولے ماں باپ کی فرمانبرداری اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی وجہ سے خدائے پاک نے مجھے یہ مقام عطا کیا ہے۔ میری ماں بوڑھی تھیں، ان کی ضروریات کے لئے میں انھیں اپنی پیٹھ پر سوار کر کے لایا، لے جایا کرتا تھا اور وہ میرے لئے یہ دعا فرمایا کرتی تھیں۔

اَللّٰهُمَّ ارۡزُقۡهُ الۡقَنَاعَةَ — اے اللہ میرے فرزند کو قناعت سے نواز دے،
وَاجۡعَلۡ مَكَانَهٗ بَعۡدَ وَفَاتِیۡ فِیۡ — اور میری وفات کے بعد اسے ایسی جگہ عطا فرما
مَوۡضَعٍ لَافِی الۡاَرۡضِ وَلَافِی السَّمَآءِ — جو نہ زمین میں ہو، نہ آسمان میں۔

والدہ ماجدہ کے وصال کے بعد میں ایک روز سمندر کے کنارے ٹہل رہا تھا، میں نے اس میں موتی کا یہی گنبد دیکھا تو اس کے قریب چلا گیا، وہاں جاتے ہی دروازہ خود سے کھل گیا، میں اس کے اندر داخل ہوا تو حکم الٰہی سے وہ فوراً ہی بند ہو گیا۔ پھر مجھے نہیں معلوم کہ میں فضا میں معلق ہوں یا زمین میں ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ اسی کے اندر رزق عطا کرتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ اس کے اندر اللہ تعالیٰ روزی کیسے بھیجتا ہے؟ اس جوان نے بتایا کہ جب مجھے بھوک لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں ایک پھلدار درخت اُگا دیتا ہے اور جب پیاس کا احساس ہوتا ہے تو اسی گنبد سے

ایک چشمہ پھوٹ پڑتا ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا، اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دریافت کیا۔ آپ کو اس کے اندر رات دن کا پتہ کیسے چلتا ہے؟ انھوں نے عرض کیا جب صبح نمودار ہوتی ہے گنبد روشن ہو جاتا ہے اور دن ڈوبتے ہی تاریکی پھیلنے لگتی ہے اس سے مجھے دن رات کے آنے جانے کا علم ہوتا رہتا ہے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا فرمائی تو وہ گنبد بند ہو گیا اس حال میں کہ وہ جوان اسی کے اندر سجدہ میں سر رکھے ہوئے ذکر الٰہی میں مشغول تھے۔ (۱)

(۷) حضرت موسیٰ کا رفیق جنت

ایک بار اللہ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہِ الٰہی میں دُعا کی۔

اِلٰهِیْ اَرِنِیْ جَلِیْسِیْ فِی الْجَنَّةِ — اے مالک ومولیٰ! تو دنیا میں ہی میرے رفیق جنت کی زیارت کرادے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم فلاں شہر کے فلاں بازار میں چلے جاؤ، وہاں ایک قصاب ہے جس کا چہرہ مہرہ اس طرح کا ہے وہی تیرا رفیق جنت ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اس قصاب کی دوکان میں گئے اور وہیں شام تک رہے، دن ڈوبنے کے بعد قصاب گوشت کا ایک ٹکڑا تھیلے میں

(۱) درۃ الناصحین فی الوعظ والارشاد ص ۴۹ر۴۸ بحوالہ مجمع اللطائف۔ ایضاً قلیوبی ص ۲۶، ۲۷

لے کر چلا تو اس کی دعوت پر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اس کے گھر تشریف لے گئے اس شخص نے عمدہ قسم کا گوشت پکایا پھر گھر کے اندر سے ایک تھیلا نکالا اس میں ایک کمزور بڑھیا تھی، وہ اتنی نحیف اور دُبلی تھی جیسے کبوتر کا جوزہ ہو، اس کو تھیلے سے نکال کر چمچے سے کھانا کھلایا، وہ شکم سیر ہو گئی تو اس نے بڑھیا کے کپڑے دھوئے اسے سوکھا کر پہنایا، پھر تھیلے میں رکھ دیا۔ اب بڑھیا نے اپنے ہونٹ ہلائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں وہ یہ دعا کر رہی تھی:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اِبْنِیْ جَلِیْسَ مُوْسٰی فِی الْجَنَّةِ۔ — اے اللہ میرے بیٹے کو جنت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہمنشیں بنادے۔

پھر اس شخص نے بڑھیا کے تھیلے کو ایک کھمبے میں لٹکا دیا۔ حضرت موسیٰ نے اس شخص سے پوچھا کہ تو نے یہ کیا کیا ہے؟ اس نے عرض کیا، یہ میری ماں ہیں جو انتہائی لاغر و کمزور ہو چکی ہیں انھیں بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں۔

فَقَالَ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ لَكَ الْبِشَارَةُ اَنَا مُوْسٰی، وَاَنْتَ جَلِیْسِیْ فِی الْجَنَّةِ۔ (۱) — حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تجھے خوشخبری ہو، میں موسیٰ ہوں، اور تو میرا رفیق جنت ہے۔

ان واقعات اور فرمودات نبوی سے صاف عیاں ہے کہ ماں باپ کی

(۱) درۃ الناصحین ص ۴۹ بحوالہ زبدۃ۔

خدمت واطاعت کی برکت سے انسان کی دنیا کچھ اس طرح سے سنور جاتی ہے کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور خدائے پاک ان کی اطاعت کے صلے میں یہ اعزاز عطا کرتا ہے کہ اسے "مُستجابُ الدّعوات" بنا دیتا ہے، یہ ماں باپ کی بات کو رد نہیں کرتا تو خدائے پاک اس کی بھی بات کو رد نہیں ہونے دیتا اور عقبیٰ کی نعمتیں تو اس کے علاوہ ہیں۔

کون انسان ہوگا جسے اس خوش نصیبی اور نیک بختی پر ناز نہ ہوگا ؟

ماں باپ کی نافرمانی کی سخت مُمانعت

(۱) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے حبیب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے پوچھا کہ کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں سے بھی بڑا گناہ نہ بتاؤں ؟ آپ نے اسی سوال کو تین بار دہرایا۔ (تاکہ آپکے مخاطبین اور پھر قیامت تک کی امتِ مرحومہ کے ذہن ودماغ پر دنیا کے سب سے بڑے گناہ کی ہلاکت خیزی اچھی طرح نقش ہو جائے اور بندۂ مسلم اس گناہ کے تصور سے کانپ اٹھے) صحابۂ کرام نے عرض کی اے اللہ کے رسول! ضرور بتائیے، تو آپ نے ارشاد فرمایا :

اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ الخ (۱)	اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کو ستانا اور ان کا حکم نہ ماننا۔

اَللّٰهُ اکبر ! اندازہ لگایا آپ نے ماں باپ کی نافرمانی کی ہولناکی کا، رحمت عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے شرک جیسے ظلم عظیم کے ساتھ ذکر کیا، اس سے صاف عیاں ہے کہ انسانی رشتوں میں ان بزرگوں کی نافرمانی اتنا بڑا گناہ ہے جو عبد ومعبود کے رشتے میں معبود حقیقی کے سب سے بڑے گناہ

(۱) بخاری شریف ص ۳۶۲ ج ۱، باب ماقیل فی شہادۃ الزور مسلم شریف ص ۶۴ ج ۱، باب الکبائر واکبرہا۔

شرک، کے ہم دوش ہے۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَلْعُوْنٌ مَّنْ عَقَّ وَالِدَیْہِ — ملعون ہے جو اپنے ماں باپ کو ستائے۔
مَلْعُوْنٌ مَّنْ عَقَّ وَالِدَیْہِ — ملعون ہے جو ماں باپ کو ایذا دے، خدا کی
مَلْعُوْنٌ مَّنْ عَقَّ وَالِدَیْہِ (۱) — رحمت سے دور ہے جو ان کی نافرمانی کرے

(۳) حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدائے پاک تین شخصوں کے فرض ونفل کوئی عمل نہیں قبول فرماتا، ان میں سرفہرست آپ نے ماں باپ کے ستانے والے کو شمار فرمایا۔ (۲)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

رَغِمَ اَنْفُہٗ، رَغِمَ اَنْفُہٗ، رَغِمَ اَنْفُہٗ۔ — اس کی ناک مٹی میں ملے، وہ ذلیل ہو، وہ خوار و رسوا ہو۔

(صحابہ حیرت میں پڑ گئے کہ وہ کون بدنصیب ہے جس کے متعلق سرورِ کائنات صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اتنا غضبناک اور لرزہ خیز تیور اختیار

(۱) فتاوٰی رضویہ ص ۳۴۹ ج ۱۰ نصف اول بحوالہ طبرانی وحاکم
(۲) " " ص ۵۸ ج ۱۰ " بحوالہ ابن ابی عاصم فی السنۃ بسند حسن۔

فرمایا ہے، آپ تو رحمۃ للعالمین ہیں، سارے عالم کیلئے سراپا رحم وکرم ہیں، آپ نے اپنے اوپر حملہ کرنے والوں اور پتھروں سے زخمی کرنے والوں کو بھی دعا دی ہے اور ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کیا ہے پھر یہ دل دہلا دینے والے کلمات کس مجرم کے متعلق صادر ہو رہے ہیں اسلئے) صحابۂ کرام نے پوچھا یارسول اللہ! وہ ذلیل وخوار انسان کون ہے۔؟

تو سرکار علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ اَدْرَکَ وَالِدَیْہِ عِنْدَ الْکِبَرِ اَحَدَھُمَا اَوْ کِلَیْھِمَا ثُمَّ لَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّۃَ۔ (۱) — یہ وہ شخص ہے جس نے ماں باپ دونوں، یا ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور جنت میں داخل نہ ہوا۔

مطلب یہ ہے کہ ماں باپ کا خدمتگار جنت کا حقدار ہوتا ہے تو وہ شخص یقیناً بڑا ہی بدنصیب ہے جس نے ماں باپ کو بڑھاپے میں پایا اور انکی خدمت کر کے جنت نہ کمالی۔ کسی نے اسی حدیث کی ترجمانی اس طرح کی ہے ؎

اک دن رسولِ پاک نے اصحاب میں یہ لفظ
دُہرایا تین بار کہ ناک اس کی کٹ گئی
اصحاب نے کہا کہ وہ بدبخت کون ہے
توقیر جس کی حضرت باری میں گھٹ گئی
ارشاد یہ ہوا کہ وہ فرزندِ ناخلف

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۸ فصل اول باب البر والصلۃ بحوالہ مسلم شریف ص ۳۱۴ ج ۲ باب برالوالدین۔

گھر جسکے جنت آئی اور آکر پلٹ گئی
ماں باپ کا بڑھاپے میں جسکو نہ ہو خیال
اس بدنصیب بیٹے کی قسمت اُلٹ گئی

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ مجتبیٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اس حال میں صبح کی کہ وہ ماں باپ کا حق ادا کرنے کے سلسلے میں خدائے قہار کا نافرمان ہے تو اس کے لئے صبح میں ہی جہنم کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک ہی زندہ ہو تو جہنم کا ایک ہی دروازہ کھلتا ہے۔ حاضرینِ بارگاہ میں سے کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگرچہ ماں باپ بیٹے پر ظلم کرتے ہوں؟ تو سرکار نے فرمایا:

وَاِنْ ظَلَمَاهُ، وَاِنْ ظَلَمَاهُ،	اگرچہ وہ ظلم کرتے ہوں، اگرچہ وہ ظلم کرتے ہوں،
وَاِنْ ظَلَمَاهُ۔ (۱)	اگرچہ وہ ظلم کرتے ہوں۔

کہ ان کے عظیم احسانات کے مقابل یہ ظلم کچھ بھی نہیں ہے یعنی اس ظلم کی وجہ سے اولاد کے لئے روا نہیں ہے کہ ان کی نافرمانی کرے، یا ان سے انتقام کے لئے آمادہ ہو جائے، اور ان سے حسن سلوک کا برتاؤ ترک کر دے ہر حالت میں ان کی تعظیم و توقیر اولاد پر لازم ہے۔

(۶) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۱ فصل ثالث باب البر والصلہ بحوالہ شعب الایمان بیہقی

اللہ کے رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ماں باپ کو گالی دینا گناہِ کبیرہ ہے (اور ایک روایت میں ہے کہ یہ بڑے گناہوں سے بھی بڑا گناہ ہے مہ) تو صحابۂ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کوئی شخص اپنے ماں باپ کو بھی گالی دے گا؟"
(یعنی انھیں اس پر تعجب ہوا کہ کوئی اپنے ماں باپ کو گالی کیسے دیگا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے اس قدر منجھ گئے تھے کہ والدین کے گالی دینے کی بات ان کے فہم سے بالاتر تھی ـــــ اس لئے انھوں نے حیرت میں ڈوب کر پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! کوئی اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے؟) تو سرورِ کائنات صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں (اسکی صورت یہ ہے کہ)

يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ	ایک شخص کسی کے باپ کو گالی دے تو وہ
وَيَسُبُّ اُمَّهٗ فَيَسُبُّ اُمَّهٗ	اس کے باپ کو گالی دے، یہ اس کی ماں کو
(۱)	گالی دے تو وہ اسکی ماں کو گالی دے۔

یعنی دوسروں سے اپنے ماں باپ کو گالی دلوانا یہی اپنے ماں باپ کو گالی دینا ہے۔ لیکن اب تو وہ زمانہ آگیا ہے کہ دوسرے سے

مہ بخاری شریف ص ۸۸۳ ج ۲ کتاب الادب باب لایسبُّ الرجل والدیہ
(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۹ فصل اول باب البر والصلہ بحوالہ بخاری شریف ص ۸۸۳ ج ۲ ۔
ومسلم شریف ص ۶۴ ج ۱ باب الکبائر واکبرہا ۔

گالی دلوانا تو الگ بات ہے خود ہی انہیں گالی دی جاتی ہے اور ان کے ساتھ بد کلامی سے پیش آیا جاتا ہے۔

بہشت کی خوشبو سے محرومی

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی درج بالا حدیثوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ماں باپ کو ستانے والا اور ان کا حکم نہ ماننے والا باغِ جنت کی آسائشوں اور اس کی نعمتوں سے محروم رہے گا لیکن آپ کی ایک دوسری حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ بد نصیب جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا۔

(۷) چنانچہ حضرت ابو ہُریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے حبیب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت کی خوشبو پانچ سَو سال کی راہ کی دوری سے مہکتی ہے مگر صدقہ کر کے احسان جتانے والا، ماں باپ کا موذی و نافرمان، اور شراب کا عادی یہ تین طرح کے لوگ جنت کی یہ خوشبو نہ سونگھ سکیں گے (۱)

یہ اتنی بڑی محرومی ہے کہ اس پر یہ مجرمین جس قدر بھی ماتم کریں کم ہے۔

---

(۱) الدعوۃ الاصلاحیہ ص ۱۶۶ بحوالہ طبرانی فی الصغیر۔

ماں باپ کی نافرمانی کا وبال

ماں باپ کی نافرمانی و ایذا رسانی کے باعث آخرت میں دردناک عذاب کی جو سزا ملے گی نیز جنت اور خوشبوئے جنت سے محرومی کا جو طوق گردن میں پڑے گا وہ تو الگ ہے اس دار فانی میں بھی اس جرم کی سزا ملے گی اور یہ سزا بھی کچھ اُسی انداز کی ہوگی جس انداز کا اس نے جرم کیا ہے ؎

ہے دنیا جس کا نام میاں یہ اور طرح کی بستی ہے
مہنگوں کو یہ مہنگی ہے اور سستوں کو یہ سستی ہے
یاں ہر دم جھگڑے اٹھتے ہیں ہر آن عدالت بستی ہے
کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں انصاف و داد پرستی ہے
اس ہاتھ دیا اس ہاتھ لیا یہ سودا دست بدستی ہے

چنانچہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ الذُّنُوبِ يَغْفِرُ اللهُ مِنْهَا مَا شَاءَ إِلَّا عُقُوقَ الْوَالِدَيْنِ فَإِنَّهُ يُعَجِّلُ لِصَاحِبِهِ فِي الْحَيَاةِ

تمام گناہوں میں اللہ تعالیٰ جسے چاہے بخش دیتا ہے مگر ماں باپ کی نافرمانی و ایذا رسانی کو نہیں بخشتا۔ وہ اس نافرمان کو زندگی میں ہی

قَبْلَ الْمَمَاتِ (۱) اس کی سزا دیدیتا ہے۔

بلکہ کچھ واقعات سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بیٹا بے قصور سہی، اگر اس کی ادنیٰ کوتاہی یا غفلت کی وجہ سے ماں باپ ناراض ہوجائیں تو خدائے پاک بیٹے پر عتاب فرماتا ہے جیسا کہ ذیل کے کچھ واقعات سے اس کا احساس ناظرین کو ہوگا۔

(۱) حضرت جُریج کی عبرتناک کہانی

ایک دفعہ مخبر صادق حضور سیدِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے پہلی امت کے ایک مشہور بزرگ حضرت جُریج کا یہ واقعہ بیان کیا کہ وہ عبادت گزار شخص تھے، اپنے عبادت خانے میں ہی ذکر الٰہی وعبادتِ خداوندی میں منہمک رہا کرتے تھے ایک روز جب کہ وہ مصروفِ نماز تھے ان کی والدہ انھیں بلانے آئیں اور جُریج کہہ کر آواز دیا۔ یہ دل میں سوچنے لگے بار الٰہا! میری ماں ہے، اور میری نماز (میں کیا کروں، ماں کا کہنا مانوں یا نماز پڑھوں؟ کچھ دیر اسی کشمکش میں پریشان رہے، آخر سوچ بچار کر ایک فیصلہ کیا) پھر نماز میں مشغول ہوگئے اور ماں (انتظار کرکے) چلی گئی، وہ دوسرے روز پھر انھیں بلانے آئی اور آواز دیا، اے جریج! اگر آج بھی یہ وہی کچھ سوچ کر نماز میں لگ گئے (اور ماں کی بات نہ سنی، ماں کو بیٹے کے اس برتاؤ سے بڑا رنج پہونچا) اس نے خدائے سمیع کی بارگاہ میں

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۱ آخر باب البر والصلہ، بحوالہ شعب الایمان بیہقی۔

یہ بد دعا کردی۔

اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتّٰى يَنْظُرَ إِلٰى وُجُوْهِ الْمُوْمِسَاتِ۔ اے اللہ! جریج جب تک کسی رنڈی کا منہ نہ دیکھ لے اسے وفات نہ دینا۔

بنی اسرائیل میں جُریج اور اس کی عبادت کا خوب چرچا ہو چلا تھا، (اسی زمانے میں) ایک فاحشہ عورت (کہ حسن وجمال میں یکتا ہونے کی وجہ سے) جس کے حسن کی کہاوت کہی جاتی تھی جریج کے سامنے (اپنے ناپاک ارادے سے) آئی (مگر ے

(اسکے بہلائے دل نہ بہلا کچھ ؞ رائگاں سعیٔ التفات گئی)

جریج نے اس کی طرف توجہ نہ کی تو وہ ایک چرواہے کے پاس آئی جو اسی عبادت خانے کے قریب کہیں رہتا تھا، اس بے حیا نے اسے اپنے اوپر قابو دیا تو وہ اس کے ساتھ بدی میں ملوّث ہوا، یہ حاملہ ہوگئی جب بچہ پیدا ہوا تو اس نے کہا یہ بچہ جُریج کا ہے (اب لوگوں نے آؤ دیکھا، نہ تاؤ) اور آکر جُریج کا عبادت خانہ ڈھادیا اور اسے مارنے لگے۔ جُریج نے پوچھا تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا تم زناکار ہو، فلاں فاحشہ کے شکم سے تیری بدکاری کے باعث بچہ پیدا ہوا ہے، جریج نے پوچھا وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگ اسے لے کر آئے۔ تو جُریج نے ان سے مہلت لے کر نماز پڑھی پھر بچے کے پاس آیا۔

فَطَعَنَ فِي بَطْنِهِ، وَقَالَ: اس کے پیٹ میں انگلی سے مارا، اور کہا

يَا غُلَامُ! مَنْ أَبُوكَ؟ قَالَ: اے بچے! تم کس کے نطفے سے ہو؟

فُلَانُ الرَّاعِيُ ـ   اس نے اسی چرواہے کا نام بتادیا۔

لوگ (جُریج کی کرامت اور پاکبازی دیکھ کر۔ بیحد نادم ہوئے اور) جُریج کو بوسہ دیئے اور اس کی بزرگی سے فیض و برکت حاصل کرنے لگے، انھوں نے کہا ہم تیرا عبادت خانہ سونے کا بنائیں گے۔ جریج نے کہا نہیں اسے پہلے کی طرح مٹی کا بنادو، تو انھوں نے ویسا ہی بنادیا۔(۱)

حضرت جُریج نفل نماز پڑھ رہے تھے وہ نماز مختصر کرکے ماں کے حکم کی بجاآوری کے لئے حاضر ہوسکتے تھے مگر انھوں نے ایسا نہ کر کے ماں کو تکلیف پہونچائی اور اس کے نتیجے میں انھیں ایسے شرمناک حالات کا سامنا کرنا پڑا کہ ان کے جیسے تارکُ الدنیا کے لئے اس سے زیادہ شرمناک واقعہ نہیں ہوسکتا۔

یہاں پر سزا کی تعیین قدرت نے نہیں کی ہے، بلکہ خود ماں نے ہی اسکی تعیین کردی تھی، پھر بھی عمل و جزا میں یک گونہ مناسبت ضرور پائی جاتی ہے۔ انھوں نے تھوڑی دیر نماز موقوف کرکے ماں کا منہ دیکھنا پسند نہ کیا تو اس کے بدلے میں انھیں مجبور ہوکر نماز بھی موقوف کرنا پڑی اور ایک بدذات فاحشہ کا منہ بھی دیکھنا پڑا۔ انھوں نے اپنی ماں کے ساتھ کچھ اس انداز کا سلوک کیا تھا جیسے وہ اس غریب کے فرزند نہیں ہیں اور اسی بات سے اس کے آبگینۂ دل کو ٹھیس پہونچی تھی تو اسی جنس کے عتاب سے

(۱) مسلم شریف ص ۳۱۳ر ۳۱۳ ج ۲ باب تقدیم (برالوالدین علی التطوع بالصلوٰۃ وغیرہا۔

ان کے بھی آبگینۂ دل کو ٹھیس پہونچائی گئی۔

بھائیو! حضرت جُریج بلاشبہ اللہ کے ولی تھے اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت و رضا جوئی کے لئے انھوں نے معمولی سی نافرمانی کی تھی مگر قدرت نے انھیں بھی معاف نہ کیا بلکہ دنیا میں ہی ان پر عتاب فرمایا۔ تو ما و شما جیسے سیہ کار، خطا شعار اپنے مال و اہل و عیال کے لئے ماں باپ کو بڑی سے بڑی اذیت دے کر قہار و جبار مولیٰ کے غضب و عذاب سے کیونکر بچ سکتے ہیں۔؟

(۲) عہد فاروقی کا دردناک واقعہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں کوئی سوداگر تھا ایک روز اس کی ماں اپنے خرچہ کے لئے اس کے پاس کچھ مانگنے آئی، اسکی بیوی نے کہا آپ کی ماں ہم سے ہر روز یونہی مانگ کر ہمیں محتاج بنادینا چاہتی ہے۔ غریب ماں یہ سن کر روتے ہوئے چلی گئی۔ اور بیٹے نے اسے کچھ نہ دیا۔ ایک دفعہ یہ لڑکا تجارت کا مال لے کر کہیں سفر میں جارہا تھا راستے میں ڈاکوؤں نے اس کا سارا مال واسباب لوٹ لیا۔ اور اس کا ہاتھ کاٹ کر اسی کی گردن میں لٹکا دیا، اور اسے راستے پر خون میں لت پت چھوڑ کر چلے گئے، کچھ لوگ اس کے پاس سے گزرے تو اسے اٹھا کر اس کے گھر پہونچا دیا جب اس کے رشتے دار اسے دیکھنے آئے تو اس نے برملا اپنے جرم کا اعتراف کرلیا۔

هٰذَا جَزَائِیْ ـ فَلَوْ كُنْتُ اَعْطَيْتُ اُمِّیْ بِيَدِیْ دِرْهَمًا   یہ مجھے اپنی ماں کو تکلیف دینے کی سزا ملی ہے اگر میں نے اپنے ہاتھ سے والدہ کو ایک روپیہ

مَاقُطِعَتْ یَدِیْ، وَمَا سُلِبَ مَالِیْ۔ — بھی دے دیا ہوتا تو نہ میرا ہاتھ کاٹا جاتا، اور نہ ہی میرا مال چھینا جاتا۔

پھر سوداگر کے پاس اس کی ماں آئی تو اس نے کہا اے پیارے بیٹے! تیرے ساتھ دشمنوں کے اس سلوک سے مجھے افسوس ہے تو بیٹے نے عرض کی امی جان! میرے ساتھ یہ سب کچھ آپ کو تکلیف دینے کی وجہ سے ہوا ہے، آپ مجھ سے خوش ہو جائیے۔

قَالَتْ یَابُنَیَّ اِنِّیْ رَضِیْتُ عَنْکَ۔ — ماں نے کہا اے پیارے بیٹے میں تجھ سے خوش ہوں۔

جب رات آئی تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے دوبارہ اس کا ہاتھ پہلے کی طرح ہو گیا۔ (۱)

اَللّٰہُ اَکْبَر! ذرا قدرت کا انصاف دیکھئے کہ جیسا جرم ہے، قدرت اسی انداز کی مجرم کو سزا بھی دے رہی ہے، بیٹے نے مال دینے سے بخیلی کی تھی تو وہ مال تباہ و برباد ہو گیا اور ہاتھ کو داد و دہش سے روکا تھا تو وہ ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ گردن سے ہاتھ لٹکا لینا، بخیلی سے کنایہ ہوتا ہے تو کٹے ہوئے ہاتھ کو گردن میں لٹکا کر گویا یہ اعلان کیا گیا کہ دیکھ لو! ماں باپ کے ساتھ بخیلی کرنے کی سزا یہی ہے اب اسی کے ساتھ ساتھ ذرا ماں کی خوشنودی کا کرشمہ بھی دیکھئے کہ ادھر ماں بیٹے سے راضی ہوتی ہے

(۱) درۃ النّاصحین فی الوعظ والارشاد ص ۲۳۰ بحوالہ موعظۃ۔

اور ادھر قادرِ مطلق دوبارہ بیٹے کو ہاتھ سے نواز دیتا ہے۔

(۳) ماں کی بددعا، کا حیرتناک اثر

ایک بزرگ نے مکہ معظمہ جانے کا ارادہ کیا۔ ان کی ایک ماں تھیں جوان کے مکہ جانے پر خوش نہ تھیں، یہ بزرگ منت وسماجت کے باوجود انھیں راضی نہ کر سکے اور مکہ کے لیے روانہ ہو گئے ادھر ان کی ماں نے بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری کے ساتھ بددعا کی کہ پروردگار عالم! میرے بیٹے نے مجھے جدائی کی آگ میں جلایا ہے تو اس پر کوئی عذاب نازل فرما دے۔

یہ بزرگ رات کے وقت ایک شہر میں پہونچے تو عبادت کیلئے مسجد میں تشریف لے گئے، عجیب اتفاق! اسی رات ایک چور کسی کے گھر میں داخل ہوا، مالک مکان کو جب چور کے آنے کا علم ہوا تو وہ جلدی سے مسجد کی طرف بھاگا، لوگوں نے اس کا پیچھا کیا وہ چور مسجد کے دروازے کے پاس آ کر غائب ہو گیا۔ لوگ یہ سمجھ کر کہ وہ مسجد میں ہی گیا ہے اندر چلے گئے وہاں دیکھا کہ یہی بزرگ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں، انھیں پکڑ کر حاکم شہر کے پاس لے گئے۔ حاکم نے ان کے ہاتھ پیر کاٹنے اور آنکھوں کے نکالنے کا فرمان صادر کیا تو لوگوں نے ان کے ہاتھ اور پیر کاٹ دیئے، آنکھیں نکال دیں اور شہر میں اعلان کر دیا کہ "یہ چور کی سزا ہے" ان بزرگ نے فرمایا:

لَاتَقُوْلُوْا ذٰلِکَ۔ بَلْ قُوْلُوْا هٰذَا جَزَاءُ مَنْ قَصَدَ — یہ مت کہو کہ یہ چور کی سزا ہے، بلکہ یہ کہو کہ یہ ماں کی اجازت کے بغیر طوافِ مکہ کا ارادہ کرنیوالے

طَوَافَ مَكَّةَ بِلَا اِذْنِ اُمِّهٖ ۔ کی سزا ہے ۔

جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ تو ایک بزرگ ہیں اور ان کے حال سے واقف ہوئے تو رونے لگے اور انھیں ان کے عبادت خانے کے پاس لاکر چھوڑ گئے ۔ اِن کا تو یہ حال ہے ، ادھر ان کی ماں اسی عبادت خانے کے اندر یہ دعا کر رہی تھیں ۔

یَا رَبِّ اِنِ ابْتَلَیْتَ اِبْنِیْ بِبَلَاءٍ اَعِدْهُ اِلَیَّ حَتّٰی اَرَاهُ ۔ اے پروردگار ! اگر تو نے میرے بیٹے کو کسی مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے تو اسے میرے پاس لوٹا دے تاکہ میں اسے دیکھ لوں ۔

ماں تو اندر یہ دعا مانگ رہی ہے اور بیٹا دروازے پر یہ صدا دے رہا ہے کہ میں ایک بھوکا مسافر ہوں ، مجھے کھانا کھلائیے (نہ بیٹا کو معلوم کہ اپنے ہی دروازے پر صدا دے رہا ہے ، نہ ماں کو پتہ کہ یہ بھوکا مسافر میرا ہی بیٹا ہے) ماں نے کہا دروازے کے پاس آؤ ، مسافر نے کہا میرے پاس پیر نہیں ہیں میں کیسے آؤں ۔ ماں نے کہا ہاتھ بڑھاؤ ، مسافر نے کہا میرے پاس ہاتھ بھی نہیں ۔ ماں ابتک انھیں پہچان نہ سکی تھی اس نے کہا اگر سامنے آکر میں تجھے کھانا کھلاؤں تو میرے اور تیرے درمیان حرمت قائم ہوجائیگی ۔ یہ بولے آپ اس کا بھی اندیشہ نہ کریں میں نگاہوں سے محروم ہوں ۔ تو ماں ایک روٹی اور کوزے میں ٹھنڈا پانی لے کر آئی اور اسے کھلایا ، پلایا مگر پہچان نہ سکی البتہ مسافر نے پہچان لیا ، اس نے اپنا چہرہ ماں کے قدموں میں رکھ کر عرض کیا :

اَنَا ابْنُكَ الْعَاصِیْ ۔ اے مہرباں ماں ! میں آپکا نافرمان بیٹا ہوں

اب ماں بھی پہچان گئی اور بیٹے کی یہ روح فرسا اذیت دیکھ کر سینے کے اندر اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ، وہ بلک اٹھی اور زبان کی راہ سے اس کے دل کی یہ صدا بلند ہوئی ۔

یَا رَبِّ اِذَا کَانَتِ الْحَالَةُ کَذٰلِكَ ، فَاقْبِضْ رُوْحِیْ وَ رُوْحَهٗ حَتّٰی لَا یَرَی النَّاسُ سَوَادَ وَجْهِنَا ۔ اے پروردگار ! جب حال اتنا برا ہوگیا تو میری اور میرے فرزند کی روح کو قبض فرمالے تاکہ لوگوں کے سامنے ہم روسیاہ وشرمندہ نہ ہوں ۔

ابھی یہ دعا پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ ماں بیٹے دونوں فوت ہوگئے (۱)

یہاں بھی غور کرنے سے جرم وسزا میں یکسانیت کی وہی تصویر ابھر کر سامنے آتی ہے جو پہلے والے واقعہ میں سامنے آئی ہے ۔

شاید یہ بزرگ گھر سے جاتے وقت چپکے سے نکل گئے تھے اس لئے ان کے دامنِ تقدس پر چوری کا بد نما داغ لگا ۔ کوئی بھی سفر ہو راہ چلنے کے لئے پیروں کی ضرورت ہوتی ہے ، راستے کو دیکھنے کے لئے آنکھوں کی حاجت پیش آتی ہے اور توشۂ راہ کے لئے ہاتھوں کو کام میں لانا پڑتا ہے ۔ اب دیکھ لیجئے بیٹے نے ماں کا دل دکھا کر جو سفر کیا تھا اس میں اس کی آنکھوں نے بھی اپنا تعاون پیش کیا تھا ، ہاتھوں نے بھی اسے

(۱) دُرۃ الناصحین فی الوعظ والارشاد ص ۲۳۰ ۔

مدد پہونچائی تھی اور یہ پیر تو پورے طور پر اس جرم میں شریک تھا لہذا پیر بھی کاٹے گئے، ہاتھ بھی کاٹے گئے اور آنکھیں بھی نکال کر باہر پھینک دی گئیں۔ اور اسے یہ درسِ عبرت دیا گیا کہ دیکھ جن اعضاء کی رفاقت میں تو نے ماں کو اپنی جدائی کی آگ میں جلایا تھا آج انھیں اعضاء کی جدائی کی آگ تجھے جلا رہی ہے، تو نے ماں کو اپنا منہ دیکھنے سے محروم کرنا چاہا تھا تو آج تو خود اپنی ماں کی زیارت سے محروم ہے۔ مگر قربان جائیے ماں کی خوشنودی کی برکتوں کے، کہ بیٹے نے ماں کے قدموں کو چوم کر اس کے جلتے ہوئے دل کو ٹھنڈا کیا تو رحمتِ پروردگار نے اس کے دلِ سوختہ کو نسیمِ جنت کے پُرکیف جھونکوں سے ٹھنڈا کیا۔ ارشادِ رسالت کے مطابق ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہوا کرتی ہے۔ بیٹے نے ماں کے قدم چوم کر اپنے کو جنتِ ابدی کا حقدار بنا لیا تھا تو اسے قدرت نے فوراً اپنے جوارِ قدس میں بلا کر بہشت بریں کی شمیم دل آویز سے نواز دیا کہ تمہیں ماں کا دل توڑنے کی سزا فوراً ملی ہے تو اس کا دل جوڑنے کی جزا بھی فوراً لے لو، سزا میں کچھ دیر کی تکلیف اٹھائی ہے تو جزا میں بے شمار ابدی راحتوں سے سرفراز ہو جاؤ۔

(۴) بیٹا گدھا بن گیا

عطار بن یسار کا بیان ہے کہ کچھ مسافروں نے ایک بیابان میں پڑاؤ ڈالا تو وہ رات بھر مسلسل گدھے کے چیخنے کی آواز سنتے رہے اس کے باعث انھیں رات بھر نیند نہیں آئی، صبح کے وقت وہ لوگ گدھے کو دیکھنے چلے تو ایک خیمے کے پاس پہونچے اس میں ایک بڑھیا تھی، مسافروں نے اس سے پوچھا کہ ہم لوگ

رات بھر گدھے کے چیخنے سے جاگتے ہی رہ گئے اور ہمیں تیرے پاس کوئی گدھا نہیں دکھائی دیتا؟ بڑھیا نے کہا وہ گدھا، دراصل میرا بیٹا ہے وہ مجھے گدھی گدھی کہہ کر پکارا کرتا تھا تو ایک دفعہ میں نے خدائے قدیر سے دعا کی کہ پروردگار! تو اس نالائق کو گدھا ہی بنا دے، اس دادرس نے میری فریاد سن لی، اب یہ ہر رات صبح تک گدھے کی طرح چیختا رہتا ہے۔ مسافروں نے کہا ہمیں اس کے پاس لے چلو تاکہ ہم بھی اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ بڑھیا انھیں اس کے پاس لے گئی وہ ایک قبر میں پڑا تھا، اور اسکی گردن گدھے کی طرح سے ہو گئی تھی۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ (۱)

یہاں بھی قدرت نے مجرم کو اسی انداز کی سزا دی ہے جس انداز کا اس نے جرم کیا تھا، وہ بے بس و ناتواں ماں کو الفاظ سے گدھی بناتا تھا، قادر و توانا مولیٰ نے اسے سچ مچ گدھا بنا دیا، اور ساتھ ہی دنیا کی عبرت کیلئے یہ ظاہر کر دیا کہ دیکھ لو! ماں کو گدھی کہہ کر پکارنے والا آج خود گدھا بن کر چیخ رہا ہے۔ جس لفظ کے تیشوں سے وہ ماں کو ستا رہا تھا آج اسی لفظ کا پیکر مجسم اسکو ستا رہا ہے۔ وہ ماں کے لئے یہ ناپاک کلمہ زبان سے بکا کرتا تھا تو آج اسی زبان کے ذریعہ خدائے قہار کے قہر و عذاب میں تڑپ رہا ہے۔

(۵) ایک بزرگ کا حج مقبول نہ ہوا

حضرت مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ ایک سال حج کے لئے تشریف

(۱) قلیوبی ص ۲۶

لے گئے، جب لوگ عرفات سے واپس ہوئے تو رات میں آپ نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے دو فرشتے اترے، ایک نے دوسرے سے پوچھا امسال کتنے لوگوں کا حج مقبول ہوا؟ دوسرے فرشتے نے جواب دیا کہ سوائے احمد بن محمد بلخی کے سارے حاجیوں کا حج مقبول ہوگیا ہے، انھوں نے راستے بھر سفر کی مشقت برداشت کی اور نتیجہ "محرومی" رہا ہے ؎

نہ بچارہ کسے کو شود از کوئے تو محروم
پس نیست درا جائے دیگر در ہمہ بوم

حضرت مالک بیدار ہوئے مگر اسی فکر میں رات بھر انھیں نیند نہ آئی، صبح تڑکے وہ خراسان کے قافلے میں گئے اور حضرت احمد بلخی رحمۃ اللہ علیہ کو ڈھونڈھنے لگے وہ اسی جستجو میں چکر لگاتے ہوئے ایک بڑے خیمے کے پاس پہونچے۔ وہاں کا یہ عالم کہ خیمہ کا پردہ گرا ہوا ہے اور ایک خوبصورت جوان موٹا کپڑا پہنے، پیر میں بیڑی، اور گردن میں محرومی کا طوق ڈالے کھڑا ہے اس جوان کی نگاہ حضرت مالک پر پڑی تو اس نے آپ کو سلام کیا۔

وگفت: اے مالک آں جوانیکہ درخواب دیدی کہ حج او قبول نکردہ اند منم، وایں پلاس، وغل وبند، نشانِ محرومئ من ست۔

اور کہا اے مالک! جس جوان کے متعلق آپ نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس کا حج مقبول نہیں ہوا وہ میں ہی ہوں، اور یہ موٹا کپڑا طوق اور بیڑی میری محرومی کی نشانی ہے۔

حضرت مالک کا بیان ہے کہ میں تو حیرت میں پڑ گیا، میں نے اس جوان سے کہا۔ اللہ اکبر! آپ ایسے روشن ضمیر اور صاف دل ہیں اور آپ کو کچھ نہیں

معلوم کہ یہ محرومی آخر کس بنا پر ہے؟ جوان نے کہا ہاں مجھے معلوم ہے۔ اس محرومی کی وجہ یہ ہے کہ میرے والد مجھ سے ناخوش ہیں، میں نے پوچھا کہ آپ کے والد کہاں ہیں؟ بتایا اسی قافلے میں وہ بھی ہیں۔ میں نے کہا کسی کو میرے ساتھ بھیج دیجیے تاکہ آپ کے والد کے پاس جاکر سفارش کردوں، ممکن ہے وہ آپ سے راضی ہوجائیں، انھوں نے ایک آدمی کے ساتھ مجھے اپنے والد کے پاس پہونچا دیا۔ میں نے وہاں دیکھا کہ ایک عمدہ سائبان ہے، جس میں شاہانہ فرش بچھے ہوئے ہیں، اور ایک خوش کلام بوڑھا شخص کرسی پر جاہ وجلال کے ساتھ بیٹھا ہے جس کے سامنے بہت سے لوگ صف باندھے کھڑے ہیں، میں نے سامنے جاکر سلام کیا اور پوچھا کہ اے شیخ! کیا آپ کا کوئی لڑکا بھی ہے؟

گفت: آرے ناخلف کہ من ازوے راضی نیم۔

کہا ہاں، ایک نالائق لڑکا ہے میں اس سے خوش نہیں ہوں۔

میں نے ان سے گزارش کی آپ کو معلوم ہے کہ آج کا دن وہ دن نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی کی ایذا رسانی کو دل میں بٹھائے رکھے، آج تو ظلم کے بخشنے اور دشمنوں کے معاف کرنے کا دن ہے یہ بات کوئی بھلی نہیں لگتی کہ آپ اپنے فرزند کو عذاب میں مبتلا رکھیں۔ میں مالکِ دینار ہوں، رات میں نے اس طرح کا خواب دیکھا ہے، آپ کو خدا اور رسول کا واسطہ! آپ اپنے فرزند کی غلطی کو نظر انداز کرکے اسے معاف فرمادیں۔

وہ بوڑھا یہ سن کر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا اے شیخ! میں نے طے کرلیا تھا

کر کبھی اس سے خوش نہ ہوں گا مگر آپ ایک بزرگ ہستی ہیں اور بڑے عظیم شفیع کا واسطہ لائے ہیں تو میں اسے معاف کرتا ہوں، میرا دل اس سے خوش ہے۔

ٹھانی تھی دل میں اب نہ ملیں گے کسی سے ہم
پر کیا کریں کہ ہو گئے مجبور جی سے ہم

حضرت مالک کہتے ہیں کہ میں نے بوڑھے کو دعا دی اور اس کا شکریہ ادا کیا، پھر میں اس جوان کے خیمے کے پاس آیا۔ تاکہ اسے باپ کی خوشنودی کی بشارت دوں۔ یہاں آیا تو میں یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا کہ جوان طوق اور بیڑی سے آزاد ہے، موٹا کپڑا بدن سے الگ ہے اور پاکیزہ کپڑے زیب تن کئے ہوئے ہے وہ خوش خوش خیمے سے باہر آیا اور کہنے لگا اے مالک اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے کہ آپ نے میرے اور والد ماجد کے درمیان صلح کرادی اور ان کی خوشنودی کی برکت سے میرا حج بھی مقبول ہو گیا۔ (۱)

حضرت احمد بلخی رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ اللہ عزوجل کے ولی اور صاحبِ کشف و کرامت بزرگ تھے مگر کسی وجہ سے ان کے والد ان سے ناراض تھے تو خدائے عفو و غفور بھی ان سے ناراض ہو گیا اور دنیا والوں پر ظاہر کر دیا کہ دیکھو باپ کو ناراض کرنے والا ولی اللہ بھی آج خدا کی ناراضگی کے عتاب میں مبتلا ہے۔

رسولِ کائنات صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بالکل سچ ارشاد فرمایا تھا کہ

(۱) اخلاق محسنی۔ از ملا حسین واعظ کاشفی ص ۹ ۴ ر ۴۸ ۱ باب سی و ہفتم در رعایت حقوق۔

۔ اللہ تعالیٰ ماں باپ کے نافرمان کو اس کی ایذا رسانی کی سزا اس کی زندگی میں مرنے سے پہلے ہی دے دیگا۔ دیکھ لیجیئے یہ واقعات روز روشن کی طرح اس کی صداقت کو واضح کر رہے ہیں اور ہمیں درس عبرت دے رہے ہیں کہ تم ماں باپ کو جس جس طرح ستاؤ گے قدرت بھی تمہیں اسی طرح کے عذاب سے ستائے گی حتیٰ کہ تم خدا کے ولی اور اس کے مقرب خاص سہی! تمہاری کسی غفلت سے اگر ان کا دل دکھی ہو گیا تو تم پر بھی خدا عتاب ضرور فرمائے گا۔

نافرمان بیٹے کا خاتمہ خراب ہونے کا اندیشہ

ماں باپ کے نافرمان کو دنیا میں جو سب سے بڑی سزا ملے گی وہ یہ ہے کہ اسے مرتے وقت کلمہ پڑھنا نصیب نہ ہو گا جیسا کہ درج ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے، ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ ایک جوان موت و حیات کی کشمکش اور جانکنی کے حال میں ہے، اسے تلقین کی گئی کہ وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھ لے مگر نہ پڑھ سکا سرکار نے پوچھا کیا وہ نماز پڑھتا تھا؟ تو عرض کیا ہاں۔ یہ سن کر رسول پاک صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے تو ساتھ ہی ہم لوگ بھی کھڑے ہو گئے آپ اس جوان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ وہ بولے یہ کلمہ پڑھنے کی طاقت میری زبان میں نہیں، میں اس سے عاجز ہوں۔ سرکار نے اس کی وجہ پوچھی، تو انھوں نے خود ہی بتایا

کر وہ اپنی والدۂ ماجدہ کی نافرمانی کرتے تھے۔ تو سرکار نے پوچھا کیا انکی والدہ زندہ ہیں؟ صحابۂ کرام نے بتایا ہاں زندہ ہیں۔ تو آپ نے فوراً ان کی والدہ کو طلب کیا، وہ حاضر ہوئیں تو آپ نے پوچھا کیا یہ تیرا بیٹا ہے؟ وہ بولیں ہاں:

فَقَالَ: اَرَاَیْتِ لَوْ اُجِّجَتْ نَارٌ ضَخْمَۃٌ فَقِیْلَ لَکِ اِنْ شَفَعْتِ لَہٗ خَلَیْنَا عَنْہُ، وَاِلَّا حَرَّقْنَاہُ بِہٰذِہِ النَّارِ، اَکُنْتِ تَشْفَعِیْنَ لَہٗ۔؟

تو آپ نے فرمایا بتاؤ اگر خوب زیادہ آگ بھڑکا دی جائے، اور تجھ سے کہا جائے کہ تم اس کیلئے سفارش کرو تو ہم اسے چھوڑ دیں گے ورنہ اسی آگ میں اسے جلا ڈالیں گے تو کیا تم اپنے بیٹے کی سفارش کرو گی؟

(ماں بہرحال ماں ہوتی ہے، اس کا دل اپنی اولاد کے لئے رحم وکرم کا پیکر ہوتا ہے وہ بیٹے کی نافرمانی وایذا رسانی تو برداشت کرسکتی ہے مگر اسے کبھی یہ گوارہ نہ ہوگا کہ اس کا لال اس کیلئے آگ کے دہکتے ہوئے انگاروں میں جلایا جائے۔ رحمتِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوال کے تیور سے ہی اس خاتون نے اچھی طرح محسوس کرلیا کہ اس کے بیٹے کے ساتھ کیا ہونے والا ہے، وہ سمجھ گئیں کہ میرا بیٹا دنیا کی آگ میں نہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ اذیت ناک جہنم کی آگ میں میری وجہ سے جلایا جائے گا) وہ فوراً پکار اٹھیں:

یَا رَسُوْلَ اللہِ اِذًا اُشَفِّعُ

اے اللہ کے رسول! اب تو میں سفارش کرونگی

سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس پر اللہ عزوجل کو اور

مجھے گواہ بناؤ کہ تم اس جوان سے خوش ہو وہ بولیں اے پروردگار میں تجھے اور تیرے رسول کو گواہ بناتی ہوں کہ میں اپنے لختِ جگر سے راضی ہوں۔ پھر رسول مجتبیٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جوان سے خطاب کرکے فرمایا پڑھو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ۔ انھوں نے اس دفعہ پورا کلمۂ طیبہ پڑھ دیا تو رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خدائے ذوالجلال کا شکر ادا کیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْقَذَہٗ مِنَ النَّارِ (۱)

اللہ عزوجل کا شکر ہے کہ اس نے اس جوان کو جہنم سے بچالیا۔

(۲) حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور بعد سلام عرض کیا، اے اللہ کے رسول! حضرت عبداللہ بن سلام بسترِ مرگ پر آپ کا آخری دیدار کرنا چاہتے ہیں وہ اب دنیا سے کوچ کر رہے ہیں، سرکار یہ سنتے ہی کھڑے ہوگئے۔ اور ہم سے فرمایا تم لوگ بھی کھڑے ہوجاؤ، چلو اپنے بھائی عبداللہ کی زیارت کرلیں (یہ سب حضرات سرکار کے ہمراہ وہاں تشریف لے گئے اور سرکار نے حضرت عبداللہ کے سرہانے جاکر فرمایا پڑھو اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ ان کے کان

(۱) فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص۔ نصف اول (اختصار کے ساتھ) بحوالہ احمد وطبرانی ایضاً۔ الدعوۃ الاصلاحیہ ص ۱۶۸ - ایضاً اصلاح المجتمع ص ۲۱/ ۲۲۰

ما آپ نے تین بار یہی کلمۂ شہادت پڑھا، مگر وہ نہ پڑھ سکے۔ تو آپ
نے حضرت بلال سے فرمایا تم ان کی بیوی سے جاکر پوچھو کہ دنیا میں ان کے
اعمال کیسے تھے، اور ان کا مشغلہ کیا تھا؟ حضرت بلال ان کی اہلیہ کے
پاس گئے اور ان کے اعمال و اَشغال کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں
نے بتایا، رسول اللہ کے حق کی قسم! جب سے انھوں نے مجھ سے نکاح کیا میں
نہیں جانتی کہ سرکار علیہ التحیۃ والثناء کے پیچھے ان کی کوئی بھی نماز فوت ہوئی ہو
اور کوئی دن ایسا نہیں گزرا جس میں انھوں نے کچھ صدقہ وخیرات نہ کیا ہو، ہاں
ان کی ماں ان سے ناراض ہیں، رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
اطلاع ملی تو آپ نے ان کی والدہ کو طلب فرمایا، حضرت بلال نے ان کی والدہ
کے پاس جاکر سرکار کا پیغام دیا مگر وہ نہ آئیں پھر آپ نے حضرت عمر و علی رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کو بھیجا یہ حضرات گئے اور تھوڑی دیر ان خاتون سے باہم گفت
و شنید کے بعد انھیں بارگاہ رسالت میں لائے، اس نے حضرت عبداللہ کو
دیکھ کر کہا اے بیٹے میں دنیا و آخرت میں کہیں بھی تجھ سے اپنا حق معاف نہ
کروں گی۔ سرکار نے فرمایا اے ضعیفہ! اللہ عزوجل سے ڈرو، اور اسے
معاف کردو تو ضعیفہ نے کہا اے اللہ کے رسول! میں اسے کیسے معاف کردوں
اس نے اپنی بیوی کے لئے مجھے ستایا ہے، تکلیف دی ہے، میری نافرمانی
کی ہے، مجھے گھر سے علیحدہ کیا ہے تو سرکار نے فرمایا اگر تم اسے معاف کردو تو
تیرا حق میرے ذمہ ہے (اس ضعیفہ کے لئے یہ بڑی ہی سعادت کی بات تھی اسلئے)
وہ عرض کرنے لگی کہ یا رسول اللہ! آپ اور آپ کے اصحاب گواہ رہیں کہ میں نے

اسے معاف کردیا۔ اب سرکار نے حضرت عبداللہ سے فرمایا پڑھو: اَشْهَدُ
اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ انھوں نے فوراً
بلند آواز سے یہ کلمۂ شہادت پڑھ دیا اور اس کے ساتھ ہی ان کی روح پرواز
کرگئی۔ جب ہم لوگ ان کی نماز اور دفن سے فارغ ہوئے تو سرکار صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اَلَا مَنْ
كَانَتْ لَهٗ وَالِدَةٌ لَمْ يَبَرَّهَا
خَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا عَلٰى
غَيْرِ الشَّهَادَةِ ۔(۱)

اے مسلمانو! آگاہ ہوجاؤ کہ جو شخص اپنی
والدہ کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرے گا اسے
دنیا سے کوچ کرتے وقت کلمۂ شہادت
پڑھنا نصیب نہ ہوگا۔

یہ واقعات انسان کے ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لئے کافی ہیں۔ ایمان پر
خاتمہ نصیب نہ ہونا اتنی بڑی سزا ہے کہ واللہ العظیم دنیا و آخرت میں اس
سے بڑی سزا کا تصور نہیں ہوسکتا کہ یہ آخرت کی بڑی سے بڑی سزا کا مدار ہے
اور جب ماں باپ کے نافرمان کو مرتے دم کلمہ پڑھنا نصیب نہ ہوگا تو اندیشہ
ہے کہ کہیں اس کا خاتمہ خراب نہ ہوجائے اور اس کی زندگی بھر کی ساری نیکیاں
صرف ایک جرم کی سزا میں کہیں برباد نہ ہوجائیں۔

---

(۱) درۃ الناصحین فی الوعظ والارشاد: ۲۳

ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے

اب تک ہم نے جو کچھ نذر قارئین کیا ان سے یہ امر اچھی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ انسانی رشتوں میں ماں باپ کا درجہ سب سے زیادہ بلند ہے اور ان کا حق بھی تمام رشتوں میں سب سے زیادہ ہے لیکن یہ سوال حل طلب رہ جاتا ہے کہ والدین میں سے بیٹے کے اوپر کس کا حق زیادہ ہے ؟۔ قرآن عزیز نے اس بات کی طرف واضح اشارہ کیا ہے کہ باپ سے زیادہ بیٹے کے اوپر ماں کا حق ہے ۔ ارشاد ربانی ہے :

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ ۔ (لقمان ۳۱ - آیت ۱۴)

اور ہم نے آدمی کو اسکے ماں باپ کے بارے میں (نیک سلوک کا) تاکیدی حکم دیا، اسکی ماں نے اسے کمزوری پر کمزوری جھیلتے ہوئے پیٹ میں رکھا اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے ۔

خزائن العرفان میں ہے کہ ۔ عورت کو حاملہ ہونے کے بعد کمزوری ، تکان اور مشقتیں پہونچتی رہتی ہیں ۔ حمل خود ضعیف کرنے والا ہے ، دردِ زہ کمزوری پر کمزوری ہے ، بچہ جننا اس پر مزید شدت ہے ، دودھ پلانا ان سب پر زائد ہے ، سورۂ احقاف میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ

اور ہم نے آدمی کو تاکیدی حکم دیا کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرے ، اسکی ماں نے

كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ (احقاف ۴۶ - آیت ۱۵)

اسے تکلیف کے ساتھ پیٹ میں رکھا ، اور تکلیف کے ساتھ جنا ، اور اسے اٹھائے پھرنا اور اسکا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے ۔

○ مشہور صحابیِ رسول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول ! میرے نیک سلوک اور اچھی رفاقت کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے ؟

قَالَ : اُمُّكَ ، قَالَ : ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ اُمُّكَ ، قَالَ : ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ : اُمُّكَ ۔

سرکار نے فرمایا تیری ماں ۔ انھوں نے پوچھا پھر کون ہے ؟ ارشاد ہوا تیری ماں ۔ دریافت کیا پھر کون ہے ؟ ارشاد فرمایا تیری ماں ۔

انھوں نے (اپنے سوال کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے ایک بار اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ! اب کون زیادہ حقدار ہے ؟ تو سرکار نے چوتھی دفعہ ارشاد فرمایا کہ تیرا باپ ۔ (۱)

○ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا ، اے اللہ کے رسول ! عورت پر سب سے بڑا حق کس کا ہے ؟ فرمایا شوہر کا ۔ میں نے پوچھا ،

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۸ فصل اول باب البر والصلہ بحوالہ بخاری شریف ومسلم شریف ص ۲۰۳ ج ۲ - باب بر الوالدین ۔

اور مرد پر سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ ارشاد فرمایا، اسکی ماں کا۔ (۱)

○ پیغمبر عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے آخری حج میں احکام اور مواعظ پر مشتمل جو بیش بہا خطبہ دیا تھا وہ ساری کائنات کیلئے بڑی ہی اہمیت کا حامل ہے اس خطبے میں سب سے پہلے آپ نے ماں ہی کے حق کے متعلق ہدایت فرمائی تھی۔

چنانچہ حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حجۃ الوداع میں رسول اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

فَكَانَ اَوَّلُ مَا تَفَوَّهُ بِهٖ:	تو آپ نے سب سے پہلے جو بات ارشاد فرمائی وہ یہ
اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُوْصِيْكُمْ	تھی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ماؤں کے ساتھ نیکی
بِاُمَّهَاتِكُمْ، (۲)	اور اچھے سلوک کا حکم دیتا ہے۔

قرآن عزیز کی ان آیتوں اور سرکار علیہ التحیۃ والثناء کی حدیثوں سے بڑے ہی واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیٹے پر باپ کا حق اگرچہ عظیم ہے مگر ماں کا حق بیٹے پر اس سے بھی زیادہ عظیم ہے بلکہ کئی گنا زیادہ عظیم ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ بچے کی تولید اور تربیت میں ماں جو مشقتیں اٹھاتی ہے وہ باپ کی مشقتوں سے کئی گنا زیادہ ہے۔

نو مہینے تک یہ ماتا کی ماری بچے کا بار اٹھاتی ہے، اس کے پیٹ میں

(۱) فتاویٰ رضویہ ص ۵۹ ج ۱۰ نصف اوّل بحوالہ بزار وحاکم بسند حسن

(۲) الدعوۃ الاصلاحیۃ ص ۱۰۷ بحوالہ طبرانی شریف۔

اسی کے خونِ دل سے غذا پا کر "جمل" مختلف مرحلوں سے گزرتے ہوئے "احسن تقویم" کا ایک ایسا پیکرِ جمیل بنتا ہے جس کا جواب کائناتِ خلقت میں نہیں ہے۔ اس زمانے میں اسے کیا کیا اذیتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں، اور وہ کیسی کیسی کٹھنائیوں کو زبان پہ حرفِ شکایت لائے بغیر انگیز کر لیتی ہے کوئی اس کی زخمی روح سے پوچھے۔

جب ایک ایک دن گن کر نو مہینے کا یہ صبر آزما زمانہ کسی طرح گزر جاتا ہے تو اس کے بعد کی منزل تو اس بیچاری کے لئے دنیا میں قیامت سے کم نہیں ہوتی، اس کے اوپر عجیب نفسی نفسی کا عالم ہوتا ہے وہاں اس کا حقیقت میں کوئی چارہ ساز و غمگسار نہیں ہوتا، درد کے بیشمار جھٹکے لگتے ہیں اور ہر جھٹکا بڑا ہی جانکاہ اور روح فرسا ہوتا ہے، ہر پل اس کے لیے موت کا پیغام ہوتا ہے اور ہر آن اس کی زندگی کی نبض ڈوبتی ہوئی معلوم ہوتی ہے، وہ ایک طرح اپنی عزیز جان کو نثار کر دیتی ہے تب اس کے سامنے اسی کے جگر کا ایک ٹکڑا قدرت کی عجیب و غریب صناعی سے باغِ آدم کا کھلتا ہوا پھول بن کر اس کو زینت بخشتا ہے۔

اب ماں اسے سونگھتی ہے تو اس کی شمیمِ مشکبار سے اس کے دل کی دنیا کا ایک ایک گوشہ کچھ اس طرح بیخود اور مست ہو جاتا ہے کہ اب یہ اس پر اپنی جان نچھاور کرتی ہے، قدرت نے اس کے سینے میں آبِ حیات کے جو دو سوتے ودیعت کئے ہیں اسی سے یہ اپنے اس ننھے پودے کو سینچتی ہے اسے اپنا خون، پانی کر کے پلاتی ہے اور وہ بھی اس فداکارانہ جذبے کے ساتھ

کراس کے چین وسکون کے لیئے یہ اپنی ہر خواہش قربان اور اپنا ہر آرام تج دیتی ہے۔ یہ زمانہ بھی ماں کے لئے بڑی کلفتوں اور جاں سوزیوں کا زمانہ ہوتا ہے کون سا دکھ ہے جو اپنے لال کی خاطر سہنے کیلئے وہ ہر گھڑی تیار نہ ہو، اس کا دل تو شفقت اور لاڈو پیار کا اتھاہ ساگر ہوتا ہے اسلئے وہ اپنے جگر کے ٹکڑے اور آنکھوں کے تارے کی خاطر بڑا سے بڑا دکھ اٹھا کر بھی خوش رہتی ہے اور اسی میں اپنے دل کی ٹھنڈک محسوس کرتی ہے یہ عجیب کلفت ہے جو بیک وقت کلفت بھی ہے، اور راحت بھی بچے کے لئے ماں کے جذبۂ ایثار کی تصویر ایک شاعر نے بڑے حسین انداز میں پیش کی ہے ؎

رخصت ہوا وہ باپ سے لے کر خدا کا نام
راہِ وفا کی منزلِ اوّل ہوئی تمام
منظور تھا جو ماں کی زیارت کا انتظام
دامن سے اشک پونچھ کے دل سے کیا کلام
آخر ہے کچھ حدِ ستم و ظلم و جور بھی
ہم کو اُداس دیکھ کر غم ہوگا اور بھی
دل کو سنبھالتا ہوا آخر وہ خوش خصال
خاموش ماں کے پاس گیا صورتِ خیال
دیکھا تو ایک در میں ہے بیٹھی وہ خستہ حال
سکتہ سا ہوگیا ہے، ہے شدّتِ ملال
تن میں لہو کا نام نہیں زرد رنگ ہے

گویا بشر نہیں کوئی تصویر سنگ ہے
رو کر کہا خموش کھڑے کیوں ہو میری جاں
میں جانتی ہوں جس لئے آئے ہو تم یہاں
سب کو خوشی یہی ہے تو صحرا کو ہو رواں
لیکن میں اپنے منہ سے نہ ہرگز کہوں گی ہاں
کس طرح بن میں آنکھ کے تارے کو بھیجدوں
جوگی بنا کے راج دلارے کو بھیجدوں
ڈستا نہ سانپ بن کے مجھے شوکت و حشم
تم میرے لال تھے مجھے کس سلطنت سے کم
میں خوش ہوں پھونک دے کوئی اس تخت و تاج کو
تم ہی نہیں تو آگ لگاؤں گی راج کو

غرضیکہ حمل کے ابتدائی مرحلوں سے لے کر بچے کے سنِ شعور کو پہونچنے تک کا لمبا زمانہ ماں کے لیے بڑا ہی کربناک، تکلیف دہ اور صبر آزما ہوتا ہے اور وہ یہ سارا زمانہ ہنسی خوشی کے ساتھ اس طور پر گزار دیتی ہے کہ باپ اسکے دکھ درد میں کہیں بھی اس کا شریک نہیں ہوتا، وہ یہ تمام تر تکلیفیں اور اذیتیں تنہا اپنے بدن پر جھیلتی ہے، پرورش کے زمانہ میں باپ اس کا ضرور کچھ ہاتھ بٹاتا ہے لیکن دونوں کی مشقتوں میں کوئی نسبت نہیں ہوتی۔ اسلئے اسلام نے ساری انسانی برادری میں بیٹے پر سب سے زیادہ حقوق اس کو عطا کئے اور باپ جیسی عظیم ہستی سے بھی اس کو گئی گنا زیادہ حق دیا کہ اس کی محنت

سب سے زیادہ ہے تو رتبہ بھی سب سے زیادہ اسی کا بلند رہے۔

علاوہ ازیں اسلام نے اپنے ماننے والوں کے اندر مساوات اور برابری کی جو روح پھونکی ہے اس کا تقاضا بھی یہ تھا کہ بیٹے پر ماں کا حق باپ سے زیادہ ہو اس لئے کہ شریعتِ محمدی نے عورت پر۔ بیوی، ہونے کی حیثیت سے ایک مرد کو سب سے زیادہ حقوق عطا کئے ہیں اور اسے عورت کا سرتاج قرار دیا ہے تو عورت کو بھی کسی حیثیت سے یہ بلند مقام عطا ہونا چاہیے تھا۔ لہٰذا اس نے عورت کو، ماں، ہونے کی حیثیت سے ایک مرد پر سب سے زیادہ؎ حقوق عائد کر دیے، جو دنیا کے اندر اپنے وجود میں اپنی ماں کا ہی سب سے زیادہ ممنون اور احسانمند ہے۔

؎ حق زیادہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خدمت کرنے میں ماں کو باپ پر ترجیح دے مثلاً سو روپے ہیں اور ماں کو زیادہ نہ دینے کی کوئی خاص وجہ نہیں تو باپ کو پچیس ۲۵ روپے دے اور ماں کو پچھتر ۷۵، یا ماں باپ دونوں نے ایک ساتھ پانی مانگا تو پہلے ماں کو پلائے پھر باپ کو، یا دونوں سفر سے آئے ہیں تو پہلے ماں کے پیر دبائے، پھر باپ کے، علیٰ ہٰذا القیاس، دوسرے موقعوں پر بھی خدمت میں ماں کا زیادہ لحاظ کرے، ہمارے علمائے کرام نے اس باب میں یہی تقسیم فرمائی ہے کہ خدمت میں ماں کو ترجیح ہے جیسا کہ اوپر کی مثالوں سے واضح ہے اور تعظیم باپ کی زیادہ ہے کہ وہ اس کی ماں کا بھی حاکم و آقا ہے لہٰذا اگر دونوں ایک ساتھ گھر میں داخل ہوئے تو باپ کے احترام کیلئے کھڑا ہو جائے۔

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ ص ۹۰، ۵۹ ج ۱۰ نصف اول)

والدین کے دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ حُسنِ سلوک کی اہمیت

ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک اور نیک برتاؤ صرف یہی نہیں ہے کہ خاص انھیں کی عزت و خدمت کی جائے اور محض انھیں کے ساتھ خوش اخلاقی خیر سگالی اور نرمی و تواضع کے ساتھ پیش آیا جائے، بلکہ ان کے دوستوں سے حسن و خوبی کے ساتھ دوستی نباہنا، رشتۂ رفاقت کو قائم رکھنا، ان سے اعزاز و اکرام اور نرمی و تواضع کے ساتھ پیش آنا، ان کی رضا جوئی و دلدہی کرتے رہنا یہ سب کچھ بھی اپنے ماں باپ کے ساتھ ہی حسن سلوک ہے۔

ماں باپ کے ساتھ سب سے بڑی نیکی

بلکہ سرورِ کائنات، فخرِ موجودات علیہ افضل الصلوات وازکی التحیات نے اسے "اَبَرُّ البِرّ" کا بلند درجہ عطا کیا کہ یہ سب سے بڑی نیکی اور بہت بڑا احسان ہے، ملاحظہ ہو۔ ارشادِ رسالت ہے۔

(۱) اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ اَنْ یَّصِلَ الرَّجُلُ اَهْلَ وُدِّ اَبِیْهِ بَعْدَ اَنْ یُّوَلِّیَ۔	بیشک باپ کے ساتھ سب سے بڑی نیکی اور حسن سلوک یہ ہے کہ باپ کے نہ ہونے پر (خواہ وفات ہو چکی ہو، یا کہیں باہر گیا ہو) اس کے دوستوں کے ساتھ احسان

. . . .

کرے اور ان سے رشتہ جوڑے رکھے۔ ..... (۱) .....

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اِحْفَظْ وُدَّ اَبِيْكَ لَا تَقْطَعْهُ فَيُطْفِئَ اللّٰهُ نُوْرَكَ ۔ (۲)

(تمہارے باپ نے جس کسی سے دوستی کی، تم اپنے باپ کی اس دوستی کی حفاظت کرو اور اسے کاٹ نہ دو کہ اللہ تعالیٰ تیرا نور (قلب) بجھا دے گا۔

(۳) حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا ایک سبق آموز واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ آیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں آپ کے پاس کیوں آیا؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ تو انھوں نے بتایا کہ میں نے نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کا یہ ارشاد سنا ہے۔

مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّصِلَ اَبَاهُ فِيْ قَبْرِهٖ فَلْيَصِلْ اِخْوَانَ اَبِيْهِ بَعْدَهٗ ۔

جو شخص اپنے باپ کی قبر میں اسکے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہے تو باپ کے بعد اسکے دوستوں سے نیک برتاؤ کرے اور رشتہ قائم رکھے۔

اور میرے والد ماجد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے والد کے درمیان

(۱) صحیح ابن حبان ص ۱۵۳ ج ۲ مسند احمد بن حنبل ص ۸۸ ج ۲، ایضاً ص ۹۱، ۱۱۱ ج ۲ ابوداؤد فی الادب ترمذی باب اکرام صدیق الوالد۔ بخاری فی الادب المفرد۔

(۲) فتاویٰ رضویہ ص ۱۹۳ ج ۱۰ النصف اول بحوالہ ادب مفرد بخاری، اوسط طبرانی، شعب الایمان بیہقی۔

دوستی تھی تو میں نے یہ پسند کیا کہ یہ رشتہ جوڑے رکھوں۔ (۱)

(۴) حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی نوع کا اپنا ایک چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مکہ معظمہ کے راستے میں (بموقع حج) ایک دیہاتی آدمی ملا۔ آپ نے پہچان لیا کہ اس کے والد آپ کے پدر بزرگوار حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوست تھے تو حضرت عبداللہ نے اس دیہاتی کو سلام کیا، اپنی سواری کے گدھے پر اسے سوار کیا، اور سر سے عمامہ بھی اتار کر اسے دیدیا۔ حضرت ابن دینار کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو اور نیک و صالح بنائے دیہاتی لوگ تو تھوڑے ہی پر خوش ہو جاتے ہیں (یعنی پھر آپ نے اتنا زیادہ اعزاز واکرام کیوں کیا؟) تو انھوں نے فرمایا کہ:

اِنَّ اَبَا هٰذَا كَانَ وُدًّا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الْوَلَدِ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ ۔ (۲)

ان صاحب کے باپ میرے والد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دوست تھے اور میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ فرماتے سنا ہے کہ سب سے بڑی نیکی اور سب سے اچھا برتاؤ یہ ہے کہ بیٹا اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ نیکی و اچھا برتاؤ کرے، ان سے رشتہ جوڑے رکھے۔

(۱) صحیح ابن حبان ص ۵۳، ۱۵۲ ج ۲ وأورده الحافظ ابن حجر فی المطالب العالیہ، برقم (۲۵۱۸) من مسند ابی یعلیٰ۔

(۲) مسلم شریف ص ۳۱۴ ج ۲ باب فضل صلۃ اصدقاء الاب والام۔

خالہ کے ساتھ نیکی کا درجہ

ایک واقعہ خود حضرت ابن عمر دوسرے شخص کا بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آیا اور عرض کی اے اللہ کے رسول! مجھ سے ایک بڑا گناہ سرزد ہوگیا ہے تو کیا میرے لئے کوئی توبہ ہے؟ سرکار نے پوچھا کیا تیری ماں ہے؟ انھوں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے پھر پوچھا کیا تمہاری کوئی خالہ ہے؟ انھوں نے بتایا ہاں۔

قَالَ فَبِرَّهَا۔ (۱) تو سرکار نے فرمایا اسکے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

یعنی اس کے ساتھ اچھا سلوک ہی تیرے لئے توبہ اور گناہ کا کفارہ ہے۔ یہ درجہ ہے ماں باپ کے دوستوں کے ساتھ اچھے سلوک کا۔ کہ وہ گناہوں کا کفارہ بھی ہے، اور سب سے بڑی نیکی بھی۔

کتنا بدنصیب ہے وہ شخص جو ایسے مبارک موقعے پائے اور اس عظیم نیکی سے محروم رہے۔ خدائے پاک سب کو اس محرومی سے بچائے۔

آمین

---

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۰ فصل ثانی باب البر والصلۃ۔ بحوالہ ترمذی شریف۔ ونحوہٗ فی صحیح ابن حبان ص ۱۵۵ ج ۲ واخرجہٗ احمد ۲/۱۴، والترمذی فی البر (۱۹۰۵) صححہٗ الحاکم۔

ماں باپ کی وفات کے بعد ان کے ساتھ حسن سلوک کے طریقے

اسلام کی تعلیمات میں جہاں بار بار یہ تاکیدی فرمان سنایا گیا ہے کہ (دنیا کی زندگی میں) ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو اور ان کی خوشنودی کے لیے یوں فرش راہ بن جاؤ کہ ان کی زندگی کا ہر لمحہ، اور ان کی آرزوں کا ہر غنچہ تمہاری نیکیوں کی شادمانیوں سے آباد و شاداب رہے، وہیں دوسری طرف یہ درس بھی دیا گیا ہے کہ وہ دنیا سے کوچ کر جائیں تو ان کی برزخ کی زندگی میں بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہو اور ہمیشہ ان کی راحت، دلبستگی اور خوشنودی کے کام کرتے رہو۔ احادیث نبویہ میں بعد وفات ان کے ساتھ نیکی و حسن سلوک کے بہت سے طریقوں کی تعلیم دی گئی۔ یہاں ان کا ایک مختصر سا انتخاب ملاحظہ ہو۔

(۱) ولد صالح بنو

عالم برزخ میں ماں باپ کے ساتھ ایک بہت بڑی نیکی یہ ہے کہ اولاد صالح و نیکوکار بنے کہ یہ ان کے چین، آرام اور خوشنودی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ دانائے غیب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبر صادق کے مطابق اولاد کی نیکیوں سے قبر میں ان کا چہرہ مسرتوں سے دمکنے لگتا ہے اور دل کا پیمانہ خوشیوں سے لبریز ہو جاتا ہے۔

ارشاد نبوت ہے:

"بندوں کے اعمال، دوشنبہ اور جمعرات کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں، اور جمعہ کے دن انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ماں باپ کے سامنے پیش ہوتے ہیں"

فَيَفْرَحُوْنَ بِحَسَنَاتِهِمْ وَتَزْدَادُ وُجُوْهُهُمْ بَيَاضًا وَّاِشْرَاقًا فَاتَّقُوا اللهَ، وَلَا تُؤْذُوْا مَوْتَاكُمْ۔ (۱)

تو یہ حضرات ان کی نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہرے کی چمک دمک بڑھ جاتی ہے تو اللہ سے ڈرو، اور مُردوں کو اپنے گناہوں سے رنج نہ پہونچاؤ۔

علاوہ ازیں اولاد صالح، ماں باپ کی وہ کشتِ عمل ہیں جس کا پھل انھیں قبر کی بے آب وگیاہ وادی میں بھی ہمیشہ ملا کرتا ہے تو یہ جتنی نیکیاں کریں گے ماں باپ کو ویسے ہی انواع واقسام کے تازہ بتازہ، اور نو بہ نو پھل بھی ملتے رہیں گے۔ ارشاد نبوت ہے:

جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال (کے ثواب) کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے (کہ اب نہ اس کا عمل ہے، نہ ثواب) ہاں تین اعمال باقی رہتے ہیں (جن کا ثواب اسے برابر ملتا رہتا ہے) صدقۂ جاریہ، علم دین جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ یا نیک بیٹا، بیٹی جو اس کیلئے دعا کرتے رہیں۔ (۲)

(۱) فتاویٰ رضویہ ص ۱۹۲ ج ۱۰ نصف اول بحوالہ نوادر الاصول امام حکیم ترمذی۔
(۲) مشکوٰۃ شریف ص ۳۲ کتاب العلم بحوالہ مسلم شریف۔

علامہ ابن ملک فرماتے ہیں کہ دعا کا ذکر تو اولاد کو اس "فعل خیر" پر اکسانے کے لئے کیا گیا ہے ورنہ کہا جاتا ہے کہ نیک اولاد اپنے ماں باپ کے لئے دعا کرے یا نہ کرے بہر حال اس کے عمل کا ثواب اس کے ماں باپ کو ملتا رہے گا جیسے کسی نے درخت لگایا، تو اس کے پھل کھانے والے کا ثواب اسے ہر حال میں ملے گا چاہے کھانے والا اس کے حق میں دعا کرے یا نہ کرے۔ (۱)

تین نیکیوں پر عظیم سعادت کا مژدہ (۴-۲)

حدیث پاک میں خاص طور سے تین ایسی نیکیوں کا ذکر ملتا ہے کہ ان کی بجا آوری پر انسان کو ایک بہت ہی بڑی سعادت کا مژدہ دیا گیا ہے۔ ارشاد نبوت ہے۔

"جو شخص اپنے ماں باپ کے بعد ان کی قسم پوری کرے (مثلاً ماں باپ نے قسم کھائی تھی کہ میرا بیٹا فلاں کام کرے گا، یا فلاں سے نہ ملے گا، یا فلاں جگہ نہ جائے گا اور اس میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو تو اس کے مطابق عمل کرے) اور ان کا قرض ادا کرے، اور کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر انھیں برا نہ کہلوائے وہ ماں باپ کا اطاعت شعار ونکوکار لکھا جاتا ہے اگرچہ ان کی زندگی میں ان کا نافرمان تھا كُتِبَ بَارًّا، وَاِنْ كَانَ عَاقًّا۔" (۲)

(۱) مرقاۃ المصابیح ص ۲۲۱ ج ۱
(۲) فتاویٰ رضویہ ص ۴۹۴ جلد دہم، نصف اول بحوالہ اوسط طبرانی۔

ارشادِ نبوت کا یہ آخری جملہ گو بڑا ہی مختصر اور سادہ ہے مگر حقیقت میں "ولد عاق" کے لئے دنیا و آخرت میں نجاح و فلاح کا پیغام ہے، رضوانِ الٰہی سے سرفرازی کی بشارت ہے، اور جنتِ ابدی کے استحقاق کا مژدۂ جانفزا ہے۔

یہ مہربان مولیٰ کا بے پایاں فضل و احسان ہے کہ اس نے "محروموں" کو اپنی رحمت سے مستفیض ہونے کا مبارک موقعہ عنایت فرمایا۔

(۵) صدقہ و خیرات ماں باپ کے لئے صدقہ و خیرات بھی ان کے ساتھ حسنِ سلوک ہے کہ اس کا ثواب انھیں ملتا رہتا ہے۔ ارشادِ نبوت ہے۔

جب تم میں سے کوئی شخص کچھ صدقہ و خیرات کرے تو اسے اپنے (مرحوم) ماں باپ کی طرف سے کرے کہ اس کا ثواب انھیں ملے گا، اور اس کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔ (۱)

(۶، ۷) زیارتِ قبور و دعائے خیر ہر جمعہ کو ان بزرگوں کی قبروں کی زیارت کرے اور ان کے حق میں دعائے خیر و ایصالِ ثواب کرے، احادیثِ کریمہ میں ان امور کی ترغیب یوں دی گئی:

○ نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو ہر جمعہ کو ماں باپ

(۱) فتاویٰ رضویہ صفحہ ۱۹۳ جلد دہم، نصف اول بحوالہ اوسط طبرانی و ابن عساکر۔

دونوں، یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے تو وہ بخش دیا جائیگا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا لکھا جائے گا۔ (۱)

○ حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص ہر جمعہ کو اپنے ماں باپ یا ان میں سے ایک کی قبر کی زیارت کرے اور وہاں یٰسٓ پڑھے تو یٰسٓ شریف میں جتنے حروف ہیں ان سب کی گنتی کے برابر اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا۔ (۲)

○ سرکار کائنات صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، آدمی جب ماں باپ کیلئے دعا چھوڑ دیتا ہے اس کا رزق منقطع ہو جاتا ہے (۳)

دعا مانگو کہ ان پر رحم فرما تو خداوندا
سے
انھوں نے جس طرح بچپن میں مجھ پر رحم فرمایا

---

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۵۴ باب زیارۃ القبور۔ بحوالہ شعب الایمان بیہقی

(۲) فتاویٰ رضویہ ص ۱۹۳ ج ۱۰ نصف اول بحوالہ ابن عدی و دیلمی وغیرہ

(۳) " " ص ۱۹۳ ج ۱۰ " " بحوالہ مسند الفردوس۔

حقوقِ والدین بعدِ انتقال

(ایک نظر میں)

(۱) سب سے پہلا حق بعد موت ان کے جنازے کی تجہیز اور غسل و کفن و نماز و دفن ہے اور ان کاموں میں سُنن و مستحبات کی رعایت، جس سے ان کے لئے ہر خوبی و برکت و رحمت و وسعت کی امید ہو۔

(۲) ان کے لئے دعا و استغفار ہمیشہ کرتے رہنا، اس سے کبھی غفلت نہ کرنا۔

(۳) صدقہ و خیرات و اعمالِ صالحات کا ثواب انھیں پہونچاتے رہنا حسبِ طاقت اس میں کمی نہ کرنا، اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی نماز پڑھنا، اپنے روزوں کے ساتھ ان کے واسطے بھی روزے رکھنا، بلکہ جو نیک کام کرے سب کا ثواب انھیں اور سب مسلمانوں کو بخش دینا کہ ان سب کو ثواب پہونچ جائے گا اور اس کے ثواب میں کمی نہ ہوگی۔ بلکہ بہت ترقیاں پائے گا۔

(۴) ان پر کوئی قرض کسی کا ہو تو اس کے ادا کرنے میں حد درجہ کی جلدی و کوشش کرنا اور اپنے مال سے ان کے قرض ادا ہونے کو دونوں جہان کی سعادت سمجھنا، آپ قدرت نہ ہو تو اور عزیزوں، قریبوں پھر باقی اہلِ خیر سے اس کی ادا میں امداد لینا۔

(۵) ان پر کوئی فرض رہ گیا ہو تو بقدرِ قدرت اس کی ادا میں سعی بجالانا،

حج نہ کیا ہو تو خود ان کی طرف سے حج کرنا یا حج بدل کرانا، زکوٰۃ یا عُشر کا مطالبہ ان پر رہا ہو تو اسے ادا کرنا، نماز یا روزہ باقی ہو تو اس کا کفارہ دینا، وعلیٰ ہذا القیاس ہر طرح ان کی برأتِ ذمہ میں جد و جہد کرنا۔

(۶) انھوں نے جو وصیت جائزہ، شرعیہ کی ہو حتی الامکان اس کے نفاذ میں سعی کرنا۔ اگرچہ شرعاً اپنے اوپر لازم نہ ہو، اگرچہ اپنے اوپر بار ہو۔ مثلاً وہ نصف جائداد کی وصیت اپنے کسی عزیز غیر وارث یا اجنبی محض کے لئے کر گئے تو شرعاً تہائی مال سے زیادہ میں بے اجازتِ وارثان نافذ نہیں۔ مگر اولاد کو مناسب ہے کہ ان کی وصیت مانیں اور ان کی خوشی پوری کرنے کو اپنی خواہش پر مقدم جانیں۔

(۷) ان کی قسم بعد مرگ بھی سچی ہی رکھنا۔ مثلاً ماں باپ نے قسم کھائی تھی کہ میرا بیٹا فلاں جگہ نہ جائے گا، یا فلاں سے نہ ملے گا، یا فلاں کام کرے گا، تو ان کے بعد یہ خیال نہ کرنا کہ اب وہ نہیں تو ان کی قسم کا خیال نہیں، بلکہ اس کا ویسا ہی پابند رہنا جیسا ان کی زندگی میں رہتا، جب تک کوئی حرج شرعی مانع نہ ہو اور کچھ قسم ہی پر موقوف نہیں ہر طرح امورِ جائزہ میں بعد مرگ بھی ان کی مرضی کا پابند رہنا۔

(۸) ہر جمعہ کو ان کی زیارتِ قبر کے لئے جانا، وہاں سورۂ یٰسٓ شریف ایسی آواز سے کہ وہ سنیں، پڑھنا، اور اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچانا، راہ میں جب کبھی ان کی قبر آئے بے سلام و فاتحہ نہ گذرنا۔

(۹) ان کے رشتہ داروں کے ساتھ عمر بھر نیک سلوک کئے جانا۔

(۱۰) ان کے دوستوں سے دوستی نباہنا، ہمیشہ ان کا اعزاز و اکرام رکھنا۔

(۱۱) کبھی کسی کے ماں باپ کو بُرا کہہ کر انھیں بُرا نہ کہلوانا۔

(۱۲) سب میں سخت تر، و عام تر و مدام تر یہ حق ہے کہ کبھی کوئی گناہ کرکے انھیں قبر میں ایذا نہ پہونچانا۔ اس کے سب اعمال کی خبر ماں باپ کو پہونچتی ہے نیکیاں دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ان کا چہرہ فرحت سے چمکتا و دمکتا رہتا ہے، اور گناہ دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں اور ان کے قلب پر صدمہ ہوتا ہے، ماں باپ کا یہ حق نہیں کہ انھیں قبر میں بھی رنج پہونچائے۔

اللہ غفور رحیم، عزیز کریم جل جلالہٗ صدقہ اپنے حبیب ورحیم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا ہم سب مسلمانوں کو نیکیوں کی توفیق دے۔ گناہوں سے بچائے، ہمارے اکابر کی قبروں میں ہمیشہ نور و سرور پہونچائے کہ وہ قادر ہے اور ہم عاجز۔ وہ غنی ہے، ہم محتاج۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۱۹۲ ج ۱۰)

ارشاد حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان

"میاں! جائز تو، تو سب کی مانتا ہے، اگر والدین کی بھی صرف جائز بات ہی تم نے مانی تو والدین کو کیا مانا؟

ان کی تو زیادتی بھی اگر تمہاری نظر میں ہو تو ماننا چاہئے، اور سرِ تسلیم خم کرنا چاہیے تب والدین کا ماننا ہوگا۔" (مضامین بحر العلوم ص ۸۰ ج ۱)

حقوقِ اولاد

اولاد کے والدین پر کیا حقوق ہیں ان کا اجمالی تذکرہ

افادات فقیہ اعظم امام احمد رضا قدس سرہٗ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ عزوجل نے اگرچہ والد کا حق ولد پر نہایت اعظم بنایا یہاں تک کہ اپنے حق کے برابر اس کا ذکر فرمایا مگر ولد کا حق بھی والد پر عظیم رکھا ہے کہ ولد مطلقِ اسلام پھر خصوصِ جوار پھر خصوص قرابت پھر خصوص عیال ان سب حقوق کا جامع ہو کر سب سے زیادہ خصوصیتِ خاصہ رکھتا ہے اور جس قدر خصوص بڑھتا جاتا ہے حق اشد واکد ہوتا جاتا ہے۔ اس بارے میں جس قدر حدیثیں بحمد اللہ تعالیٰ اس وقت میرے حافظہ و نظر میں ہیں انھیں بالتفصیل مع تخریجات لکھے تو ایک رسالہ ہوتا ہے اور غرض صرف افادہ احکام لہٰذا سر دست فقط وہ حقوق کہ یہ حدیثیں ارشاد فرما رہی ہیں کمالِ تلخیص واختصار کے ساتھ شمار کروں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) سب سے پہلا حق، وجودِ اولاد سے بھی پہلے یہ ہے کہ آدمی اپنا نکاح کسی رذیل قوم سے نہ کرے کہ بری رگ ضرور رنگ لاتی ہے۔

(۲) دیندار لوگوں میں شادی کرے کہ بچے پر نانا ماموں کی عادات وافعال کا بھی اثر پڑتا ہے۔

(۳) زنگیوں حبشیوں میں قرابت نہ کرے کہ ماں کا سیاہ رنگ بچہ کو بدنما نہ کردے۔

(۴) جماع کی ابتدا بسم اللہ سے کرے ورنہ بچہ میں شیطان شریک ہو جاتا ہے۔

(۵) اس وقت شرمگاہ زن پر نگاہ نہ کرے کہ بچہ کے اندھے ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۶) زیادہ باتیں نہ کرے کہ گونگے یا توتلے ہونے کا خطرہ ہے۔

(۷) مرد وزن کپڑا اوڑھ لیں جانوروں کی طرح برہنہ نہ ہوں کہ بچہ کے بے حیا ہونے کا خدشہ ہے۔

(۸) جب پیدا ہو فوراً سیدھے کان میں اذان بائیں میں تکبیر کہے کہ خللِ شیطان وام الصبیان سے بچے۔

(۹) چھوہارا وغیرہ کوئی میٹھی چیز چبا کر اس کے منہ میں ڈالے کہ حلاوتِ اخلاق کی فالِ حَسَن ہو۔

(۱۰) ساتویں اور نہ ہو سکے تو چودھویں ورنہ اکیسویں دن عقیقہ کرے۔ دختر کے لئے ایک پسر کے لئے دو کہ اس میں بچہ کو گویا رہن سے چھڑانا ہے۔

(۱۱) ایک ران دائی کو دے کہ بچہ کی طرف سے شکرانہ ہے۔

(۱۲) سر کے بال اتروائے۔

(۱۳) بالوں کے برابر چاندی تول کر خیرات کرے۔

(۱۴) سر پر زعفران لگائے۔

(۱۵) نام رکھے یہاں تک کہ کچے بچے کا بھی جو کم دنوں کا گر جائے ورنہ اللہ عزوجل کے یہاں شکایت کرے گا۔

(۱۶) بُرا نام نہ رکھے کہ بَد، فالِ بَد ہے۔

(۱۷) عبداللہ، عبدالرحیم، احمد، حامد وغیرہا عبادت وحمد کے یا انبیاء، واولیاء، یا اپنے بزرگوں میں جو نیک لوگ گزرے ہوں ان کے نام پر نام رکھے کہ موجب برکت ہے،

خصوصًا نام پاک محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ اس مبارک نام کی بے پایاں برکت بچہ کی دنیا و آخرت میں کام آتی ہے۔

(۱۸) جب محمد نام رکھے تو اس کی تعظیم و تکریم کرے۔

(۱۹) مجلس میں اس کے لئے جگہ چھوڑے۔

(۲۰) مارنے، بُرا کہنے میں احتیاط کرے۔

(۲۱) جو مانگے بروجہ مناسب دے۔

(۲۲) پیار میں چھوٹے لقب پر بے قدر نام نہ رکھے کہ پڑا ہوا نام مشکل سے چھوٹتا ہے۔

(۲۳) ماں خواہ نیک دایہ نمازی صالحہ شریفُ القوم سے دو سال تک دودھ پلوائے۔

(۲۴) رذیل یا بد افعال عورت کے دودھ سے بچائے کہ دودھ طبیعت کو بدل دیتا ہے۔

(۲۵) بچہ کا نفقہ اور اس کی حاجت کے سب سامان مہیا کرنا خود واجب ہے جنہیں حضانت (پرورش) بھی داخل ہے۔

(۲۶) اپنے حوائج واداءِ واجباتِ شریعت سے جو بچے اس میں عزیزوں قریبوں، محتاجوں، غریبوں سب سے زیادہ حق عیال اطفال کا ہے جوان سے بچے وہ اوروں کو پہنچے۔

(۲۷) بچہ کو پاک کمائی سے پاک روزی دے کہ ناپاک مال ناپاک ہی عادت لاتا ہے

(۲۸) اولاد کے ساتھ تنہا خوری نہ برتے بلکہ اپنی خواہش کو ان کی خواہش کا تابع رکھے، جس اچھی چیز کو ان کا جی چاہے انہیں دے کہ ان کے طفیل میں آپ بھی کھائے زیادہ نہ ہو تو انہیں کو کھلائے۔

(۲۹) خدا کی ان نعمتوں کے ساتھ مہر و لطف کا برتاؤ رکھے انہیں محبت و پیار

کرے بدن سے لپٹائے، کندھے پر چڑھائے ان کے ہنسنے کھیلنے، بہلنے کی باتیں کرے۔

(۳۰) ان کی دلجوئی، دلداری، رعایت، محافظت ہر وقت حتیٰ کہ نماز و خطبہ میں بھی ملحوظ رکھے۔

(۳۱) نیا میوہ، نیا پھل پہلے انھیں کو دے کہ وہ بھی تازہ پھل ہیں نئے کو نیا مناسب ہے۔

(۳۲) کبھی کبھی حسب مقدور انھیں شیرینی وغیرہ کھانے، پہننے، کھیلنے کی اچھی چیز کہ شرعاً جائز ہو دیتا رہے۔

(۳۳) بہلانے کے لئے جھوٹا وعدہ نہ کرے، بلکہ بچے سے بھی وعدہ وہی جائز ہے جس کے پورا کرنے کا قصد رکھتا ہو۔

(۳۴) اپنے چند بچے ہوں تو جو چیز دے سب کو برابر اور یکساں دے۔ ایک کو دوسرے پر بے فضیلتِ دینی ترجیح نہ دے۔

(۳۵) سفر سے آئے تو ان کے لئے کچھ نہ کچھ تحفہ ضرور لائے۔

(۳۶) بیمار ہوں تو علاج کرے۔

(۳۷) حتی الامکان سخت و موذی علاج سے بچائے۔

(۳۸) زبان کھلتے ہی اللہ اللہ پھر لا الٰہ الا اللہ پھر پورا کلمۂ طیبہ سکھائے۔

(۳۹) جب تمیز آئے ادب سکھائے۔ کھانے پینے ہنسنے بولنے اٹھنے چلنے پھرنے حیا، لحاظ بزرگوں کی تعظیم، ماں باپ، استاد اور لڑکی کو ان سب کے ساتھ شوہر کی اطاعت کے آداب سکھائے۔

(۴۰) قرآن مجید پڑھائے۔

(۴۱) استاد نیک صالح، متقی، صحیح العقیدہ سن رسیدہ کے سپرد کرے۔ اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے۔

(۴۲) بعد ختمِ قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔

(۴۳) عقائدِ اسلام و سنت سکھائے کہ لوحِ سادہ فطرتِ اسلامی و قبولِ حق پر مخلوق ہے اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہوگا۔

(۴۴) حضور اقدس رحمتِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم ان کے دل میں ڈالے کہ اصل ایمان و عین ایمان ہے۔

(۴۵) حضور پر نور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آل و اصحاب و اولیاء و علماء کی محبت و عظمت کی تعلیم کرے کہ اصلِ سنت و زیورِ ایمان بلکہ باعثِ بقائے ایمان ہے۔

(۴۶) سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کردے۔

(۴۷) علم دین خصوصاً وضو، غسل، نماز و روزہ کے مسائل، توکل، قناعت، زہد، اخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا، سلامتِ صدر و لسان وغیرہا خوبیوں کے فضائل، حرص و طمع، حُبِ جاہ، حبِ دنیا، ریا، عجب و تکبر، خیانت، کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ، وغیرہا برائیوں کے رذائل پڑھائے۔

(۴۸) پڑھانے سکھانے میں رفق و نرمی ملحوظ رکھے۔

(۴۹) موقع پر چشم نمائی، تنبیہ و تہدید کرے مگر کوسنا نہ دے کہ اس کا کوسنا ان کے لئے سببِ اصلاح نہ ہوگا بلکہ اور زیادہ فساد کا اندیشہ ہے۔

(۵۰) مارے تو منہ پر نہ مارے۔

(۵۱) اکثر اوقات تہدید وتخویف (ڈرانے دھمکانے) پر قانع رہے، کوڑا قمچی اس کے پیش نظر رکھے کہ دل میں رعب رہے۔

(۵۲) زمانۂ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی دے کہ طبیعت پر نشاط باقی رہے۔

(۵۳) مگر زنہار زنہار بُری صحبت میں نہ بیٹھنے دے کہ یار بد مار بد (بُرا دوست بُرے سانپ) سے بدتر ہے۔

(۵۴) نہ ہرگز ہرگز بہار دانش، مینا بازار، مثنوی غنیمت وغیرہا کتب عشقیہ وغزلیات فسقیہ دیکھنے دے کہ نرم لکڑی جدھر جھکائے جھک جاتی ہے۔ صحیح حدیث شریف سے ثابت کہ لڑکیوں کو سورۂ یوسف شریف کا ترجمہ نہ پڑھایا جائے کہ اس میں مکرِ زناں کا ذکر فرمایا ہے۔ پھر بچوں کو خرافاتِ شاعرانہ میں ڈالنا کب بجا ہو سکتا ہے۔

(۵۵) جب دس برس کا ہو نماز مار مار کر پڑھائے۔

(۵۶) اس عمر سے اپنے خواہ کسی کے ساتھ نہ سُلائے، جدا بچھونے جدا پلنگ پر اپنے پاس رکھے۔

(۵۷) جب جوان ہو شادی کر دے، شادی میں وہی رعایتِ قوم ودین وسیرت وصورت ملحوظ رکھے۔

(۵۸) اب جو ایسا کام کہنا ہو جس میں نافرمانیوں کا احتمال ہو اسے امر وحکم کے صیغہ سے نہ کہے بلکہ برفق ونرمی بطور مشورہ کہے کہ وہ بلائے عقوق میں نہ پڑے۔

(۵۹) اسے میراث سے محروم نہ کرے جیسے بعض لوگ اپنے کسی وارث کو نہ پہنچنے کی غرض سے کل جائداد دوسرے وارث یا کسی غیر کے نام لکھ دیتے ہیں۔

(۶۰) اپنے بعدِ مرگ بھی ان کی فکر رکھے یعنی کم سے کم دو تہائی ترکہ چھوڑ جائے کہ

ثُلث (ایک تہائی $\frac{1}{3}$) سے زیادہ خیرات نہ کرے۔

یہ ساٹھ حق تو پسر و دختر سب کے ہیں بلکہ اخیر کے دو حق میں سب وارث شریک ہیں۔

خاص پسر کے حقوق

(۶۱) لکھنا (۶۲) پیرنا (۶۳) سپہ گری سکھائے۔

(۶۴) سورۂ مائدہ کی تعلیم دے۔

(۶۵) اعلان کے ساتھ اس کا ختنہ کرے۔

خاص دختر کے حقوق سے ہے کہ

(۶۶) اس کے پیدا ہونے پر ناخوشی نہ کرے بلکہ نعمتِ الٰہیہ جانے۔

(۶۷) سینا پرونا، کاتنا، کھانا پکانا سکھائے۔

(۶۸) سورۂ نور کی تعلیم دے۔

(۶۹) لکھنا ہرگز نہ سکھائے کہ احتمال فتنہ ہے۔

(۷۰) بیٹوں سے زیادہ ان کی دلجوئی اور خاطرداری رکھے کہ ان کا دل بہت تھوڑا ہوتا ہے۔

(۷۱) دینے میں انھیں اور بیٹوں کو کانٹے کی تول برابر رکھے۔

(۷۲) جو چیز دے پہلے انھیں دے کر بیٹوں کو دے۔

(۷۳) نو برس کی عمر سے نہ اپنے پاس سلائے نہ بھائی وغیرہ کے پاس سونے دے۔

(۷۴) اس عمر سے خاص نگہداشت شروع کرے۔

(۷۵) شادی برات میں جہاں گانا ناچ ہو ہرگز نہ جانے دے اگرچہ خاص اپنے بھائی کے یہاں ہو کہ گانا سخت سنگین جادو ہے اور ان نازک شیشوں کو تھوڑی ٹھیس بہت ہے۔ بلکہ بیگانوں میں جانے کی مطلقاً بندش کرے گھر کو ان پر زنداں کر دے (یعنی گھر سے باہر نہ جانے دے)

(۷۶) بالاخانوں پر نہ رہنے دے۔

(۷۷) گھر میں لباس و زیور سے آراستہ کرے کہ پیام رغبت کے ساتھ آئیں۔

(۷۸) جب کفو (مناسب جوڑا) ملے، نکاح میں دیر نہ کرے۔

(۷۹) ممکن حد تک بارہ برس کی عمر میں بیاہ دے۔

(۸۰) ہرگز ہرگز کسی فاسق، فاجر، خاص طور سے بدمذہب کے نکاح میں نہ دے۔

یہ اسّی حق ہیں کہ اس وقت کی نظر میں احادیثِ مرفوعہ سے خیال میں آئے، ان میں سے اکثر تو مستحبات ہیں جن کے ترک پر اصلاً مؤاخذہ نہیں، اور بعض پر آخرت میں مطالبہ۔

(فتاویٰ رضویہ ص ۴۶، ۴۷ ج ۱۰ النصف اول)

اے یار الٰہا اپنے حبیب رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے صدقے وطفیل میں تمام اسلامی بھائیوں کو، خاص طور سے اس بندۂ سیہ کار، پُرخطا کو اپنے مہربان باپ اور ماں، اور اپنے سب بچے، بچیوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق و رفیق عطا فرما۔ اور وہ کام لے جس سے تو راضی ہو۔ اور تیرے محبوب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی ہوں۔

آمین، ثم آمین۔

الٰہی بحقِ بنی فاطمہ ۔۔۔ کہ بر قولِ ایماں کنم خاتمہ

دگر دعوتم رد کنی ور قبول ۔۔۔ من و دست و دامانِ آلِ رسول

شفاء شریف ایک ایسی کتاب ہے جس کے مطالعہ سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور دل و دماغ محبتِ رسول کی روشنی سے جگمگا اُٹھتے ہیں۔ اس کتاب سے عالمِ اسلام کے نامور اہلِ علم و فضل نے استفادہ کیا۔ امام نووی، امام عینی، امام عسقلانی جیسے ائمہ احادیث، شفاء شریف کے حوالے نقل کر کے اپنی تصانیف کو گرانقدر بناتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔ آپ کو اس کتاب کی وجہ سے حضور کی مجالس میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ دنیائے اسلام کے جید علماء کرام نے اس کتاب کی شرحیں لکھیں اور بیشمار تعلیقات لکھ کر نسبتِ محبت کی سند حاصل کی۔ اس کتاب کے سینکڑوں ایڈیشن چھپ کر دنیائے اسلام میں پھیلے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری اور علامہ محمد اطہر نعیمی خطیب کراچی نے کیا ہے۔

صاحبِ کتاب الشفاء

حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن اہلِ قلم عشاق میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے آپ کی سیرتِ طیبہ پر نہایت بلند پایہ کتابیں لکھیں۔ آپ ۴۷۶ھ / ۱۰۸۲ء میں اندلس میں پیدا ہوئے اور فاس کے ایک قصبہ سبتہ میں پرورش پائی۔ آپ حافظ الحدیث قاضی ابو علی غسانی صدفی کے شاگردِ خاص تھے مگر اندلس کے بلند پایہ علماء سے استفادہ کیا۔ قرطبہ کی یونیورسٹی سے علمی اعزاز حاصل کیا۔ غرناطہ میں قاضی القضاہ (چیف جسٹس) کے منصب پر فائز رہے۔ ہزاروں شاگرد آپ کے دسترخوان علم سے مستفیض ہوئے۔ اگرچہ دنیائے علم میں آپ کی تصانیف ستاروں کی طرح روشن ہیں مگر آپ کی کتاب "الشفاء بہ تعریف حقوق المصطفیٰ" دنیائے اسلام میں بڑی مقبول و مطبوع ہوئی۔ آپ ۵۴۴ھ / ۱۱۴۹ء میں فوت ہوئے۔ مزار پُر انوار مراکش میں ہے۔